بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ پر

ایک تحقیقی و علمی کاوش

مسئلہ وضع الیدین

تصنیف

مفتی محمد شوکت علی سیالوی صاحب

الانتساب

بندہ اپنی اس حقیر کاوش کی (بتوفیق اللہ تعالیٰ) اپنی مادر علمی "مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال" کو نتیجہ خیز اور ملک بھر میں ایک اہم مقام سے ہمکنار کرنے والی ہردل عزیز ذات گرامی

جناب مفتی اعظم، جامع المعقول والمنقول، حاوی فروع واصول قبلہ استاذ گرامی

حضرت علامہ قبلہ مفتی محمد اشفاق احمد رضوی صاحب

(دامت برکاتہم العالیہ)

کے نام نامی، اسم گرامی سے انتساب کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

اس لئے کہ اللہ پاک نے اپنے قانون قدرت کے مطابق آپ جناب کو بندے کے لئے سبب بنایا کہ یہ ہیچمداں دین متین کی کچھ خدمت کے لائق ہوا۔

فروحی و مالی من الخیر فدا علی ھذا الوسیلہ العظمی

راقم الحروف: ابوعمر محمد شوکت علی سیالوی

تقریظ از

استاذ العلماء، تاج الفضلاء، سند المدرسین والمحققین حضرت علامہ مولانا محمد عبدالستار سعیدی نظامی دامت برکاتھم العالیہ
ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

عزیزم مولانا محمد شوکت علی سیالوی صاحب نے زیر نظر کتاب "مسئلہ وضع الیدین" سے پہلے "مسئلہ رفع الیدین" کے نام سے ایک تحقیقی کتاب سپرد قلم فرمائی اور اہل علم و دانش سے خوب خوب داد و تحسین حاصل فرمائی عزیزم مولانا محمد شوکت علی سیالوی ایک باصلاحیت مدرس ہیں اور اپنی دونوں ابتدائی تحقیقات کی روشنی میں یقیناً اہل تحقیق کے زمرہ میں ایک عظیم اضافہ ہیں۔

زیر نظر کتاب اس مسئلہ کی تحقیق میں ہے کہ "نماز میں ہاتھ باندھے جائیں یا چھوڑے جائیں؟ پھر اگر باندھنے ہیں تو کہاں باندھے جائیں؟ سینے پر؟ ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟

عزیزم سیالوی صاحب نے اس مسئلہ پر امت مسلمہ میں پائے جانے والے تمام مسالک پر گفتگو کی ہے ان کے دلائل کا نہایت علمی و تحقیقی جائزہ لیا ہے اور دلائل سے واضح کردیا ہے کہ اس سلسلہ میں درست کیا ہے اور مسلک مرجح کونسا ہے؟

بدقسمتی سے فتنہ وہابیہ اس وقت پورے زور و شور سے تمام عالم اسلام کو پھر ایک بار اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مسئلہ وضع الیدین پر بھی اس فتنہ کے حامل افراد نے بہت کچھ شور ڈالا ہوا ہے۔

عزیزم علامہ سیالوی نے وہابیہ غیر مقلدین کے اس مسئلہ میں موقف و مسلک پر کھل کر گفتگو کی ہے۔ پھر زبردست بات یہ ہے کہ جہاں ان کے علمی استدلالات کے تار پود بکھیر دئے ہیں وہاں ان کے سراپا کذب و افتراء حوالوں اور جعل سازیوں کی خوب خوب خبرلی ہے جس سے مسئلہ وضع الیدین فی الصلوۃ مہرنیمروز کی طرح ہر کہرو مہر پر نہایت واضح ہوگیا ہے۔

اللہ کریم عزیزم سیالوی صاحب کے علم و عمل اور صلاحیتوں میں مزید برکتیں عطا

فرمائے اور ان کو مزید ایسے وقیع اور تعمیری کام کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (امین)

(حضرت علامہ) محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

تقریظ

از استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صفدر علی مہروی مدظلہ العالی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین

اس وقت میرے سامنے "وضع الیدین فی الصلوۃ" کے حوالہ سے لکھا گیا رسالہ ہے جو ممتاز محقق اور دانشور حضرت علامہ محمد شوکت علی صاحب سیالوی نائب مفتی جامع العلوم غوثیہ خانیوال کا مایہ ناز علمی شاہکار ہے اور نخبتہ الفکر۔

آپ نے حضرت امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ کے طرز پر قلم کو جنبش دی ہے۔ میرے خیال میں تو کامیاب رہے ہیں اس سے قبل آپ کی تصنیف لطیف "رفع الیدین" کے نام سے قبول عام حاصل کرچکی ہے۔

معاشرہ کے فائدہ کے لئے رفع الیدین کے بعد وضع الیدین نیک فال ہے۔ اہل ذوق داد علمی اور تحسین عملی سے معاونت فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم علامہ صاحب کی اس خدمت کو بھی شہرت، قبولیت اور دوام عطاء فرمائے!

آمین بحرمۃ النبی الامین علیہ الصلوۃ والتسلیم

فقط
محمد صفدر علی مہروی ملانہ
مدرس جامعہ غوثیہ جھنگ روڈ
کبیر والا- خانیوال
۲۸ اگست ۱۹۹۷ء / ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بروز خمیس

تقریظ

از حضرت علامہ مولانا محمد حنیف اختر مد ظلہ العالی

بندہ ناچیز نے حضرت قبلہ علامہ شوکت علی صاحب سیالوی مد ظلہ العالی کی ایمان افروز' باطل سوز کتاب کا جو مسئلہ وضع الیدین کے بارے میں ہے گہری نظر سے لفظ بلفظ مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں فاضل مولف نے بفضلہ تعالیٰ دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور اپنے موقف کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کے تمام اعتراضات کے مسکت و دندان شکن جوابات تحریر کئے ہیں اور مسئلہ ھذہ کو آفتاب نیمروز سے زیادہ واضح کر دیا ہے۔ فاضل مولف کی اس کتاب میں یہ ایک انوکھا و نرالا اسلوب سامنے آیا ہے کہ آپ نے مسئلہ کے حق میں بطور دلیل جو حدیث شریف نقل فرمائی ہے اس حدیث کے تمام راویوں کا علیحدہ علیحدہ مستقل طور پر تعارف بھی پیش کیا ہے۔ جس سے اس حدیث شریف کی افادیت و اہمیت مزید اجاگر ہو گئی ہے۔ اسی طرح مخالفین کی پیش کردہ احادیث مبارکہ کا جواب دیتے ہوئے ان احادیث کے راویوں پر بھی مفصل جرح کی ہے جس سے ان کا سقم اظہر من الشمس ہوگیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل کر گئی ہے اور اس پر اس کے مصنف کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ نے اس کتاب میں ہر بات باحوالہ لکھی ہے اور کتابوں کے نام بلکہ صفحہ نمبر تک نوٹ کر دیئے ہیں۔ مخالفین کی طرح آپ نے عامیانہ انداز اختیار کرنے سے گریز فرمایا ہے اس کتاب میں علامہ سیالوی صاحب مد ظلہ نے ہر بات حوالے کے ساتھ لکھی ہے۔ اگر اپنے حق میں کوئی دلیل لکھی ہے تو اس کا بھی ساتھ حوالہ دیا ہے اور اگر مخالفین کے خلاف کوئی بات لکھی ہے تو وہ بھی زبانی طور پر نہیں بلکہ اس کا بھی باقاعدہ حوالہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب جہاں اپنوں کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے وہاں مخالفین کے لئے بھی اس میں درس عبرت موجود ہے۔ علامہ سیالوی صاحب کی اس محققانہ تالیف کو دیکھ کر اور اس میں حوالہ جات کے انبار دیکھ کر ہم ان کی خدمت میں مودبانہ عرض کریں گے کہ وہ دیگر اختلافی مسائل پر بھی اسی طرح قلم اٹھائیں اور باری باری تمام مسائل پر کتابیں تالیف فرما کر اہلسنت و جماعت پر احسان فرمائیں۔ تاکہ دشمنوں پر واضح ہو جائے کہ

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

علامہ سیالوی صاحب موصوف اس سے قبل بھی ایک معرکۃ الآراء "مسئلہ رفع الیدین" کے نام سے لکھ چکے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ عوام الناس میں بڑی مقبول ہوئی اور مخالفین اس کا آج تک نہ جواب دے سکے اور نہ ہی تا زیست دے سکیں گے۔ گویا سیالوی صاحب کا اعلان ہے کہ

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کر راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

آخر میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم علامہ موصوف کی یہ عظیم کاوش قبول فرما کر ان کے لئے ذریعہ آخرت بنائے اور مخالفین کو اس کی بدولت صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

نیاز مند
محمد حنیف اختر صدر بزم سعید خانیوال
خطیب جامع مسجد غوثیہ اسلام پورہ خانیوال

باب اول

مسئلہ وضع الیدین پر ضروری معلومات

مسئلہ وضع الیدین پر مکمل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ دور اول سے یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(ا) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا موقف

(i) کتاب الآثار از امام محمد بن حسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ شاگرد امام ابو حنیفہ صفحہ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

امام محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں **اخبرنا الربیع بن صبیح عن ابی معشر عن ابراہیم انہ کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری تحت السرۃ قال محمد وبہ نأخذ و ھو قول ابی حنیفہ** یعنی حضرت ابراہیم نخعی تابعی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھتے تھے ہم اسی کو دلیل بناتے ہیں اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

(ii) رحمتہ الامہ فی اختلاف الائمہ از علامہ محمد بن عبدالرحمن عثمانی شافعی (جو کہ آٹھویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں) صفحہ ۳۲' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

علامہ محمد بن عبدالرحمن فرماتے ہیں **واختلفوا فی محل وضع الیدین فقال ابو حنیفہ تحت السرۃ** یعنی مسئلہ وضع الیدین میں ائمہ کا اختلاف ہے پس امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

(iii) ہدایہ اولین صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ شرکہ علیہ ملتان' اور قدوری صفحہ ۱۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں ہے **ویعتمد بیدہ الیمنی علی الیسری تحت السرۃ** یعنی اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھے ناف کے نیچے۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا موقف

(i) رحمتہ الامہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲ پر ہے **وقال الشافعی تحت صدرہ و فوق سرتہ** یعنی امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے۔

(ii) شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں حضرت علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں **وضع الیمنی علی الیسری بعد**

تکبیرۃ الاحرام و یجعلھما تحت صدرہ فوق سرتہ ھذا مذھبنا المشھور یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھ دے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر' یہی ہمارا مشہور مذہب ہے۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا موقف

(i) رحمتہ الامہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲ پر ہے **وعن احمد روایتان اشھرھما وھی التی اختارھا الخرقی کمذھب ابی حنیفہ** یعنی امام احمد بن حنبل سے مسئلہ وضع الیدین کے بارے میں دو روایتیں ہیں' ان میں جو مشہور اور جسے خرقی نے اختیار کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح ہے (یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا)

(ii) المغنی جلد ا صفحہ ۵۵۰ از علامہ موفق الدین وعلامہ و شمس الدین ابنی قدامی حنبلی مطبوعہ وزارۃ اوقاف کویت میں ہے۔

اختلفت الروایۃ فی موضع وضعھما فروی عن احمد انہ یضعھما تحت سرتہ.... وعن احمد انہ یضعھما فوق سرتہ وعنہ انہ مخیر فی ذلک لان الجمیع مروی والامر فی ذلک واسع یعنی امام احمد بن حنبل سے تین طرح کی روایتیں ہیں پہلی یہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے' دوسری یہ کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے' تیسری یہ کہ اسے اختیار ہے کہ ناف کے نیچے باندھے یا اوپر باندھے۔ اور رحمتہ الامہ کے حوالہ سے گزرا کہ زیادہ مشہور روایت ان سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور اسی بات کی حنبلیوں میں سے علامہ خرقی نے تائید کی ہے۔

(۴) حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا موقف

(i) عن مالک وھی المشھورۃ انہ یرسل یدیہ ارسالا (رحمتہ اللہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲) اسی کتاب میں کچھ آگے چل کر ہے **وقال مالکہ.. تحت صدرہ فوق سرتہ** یعنی امام مالک علیہ الرحمتہ سے دو روایتیں مروی ہیں ایک تو امام شافعی کی طرح کہ سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے اور دوسری کہ بالکل ہی ہاتھ نہ باندھے بلکہ پہلوؤں پر ڈھیلے چھوڑ دے رحمتہ الائمہ کی تصریح کے مطابق یہی زیادہ مشہور ہے کہ ہاتھ نماز میں نہ باندھے۔

علمائے غیر مقلدین کا موقف

(i) فتاوے علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۱ تا ۹۳ مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ خانیوال پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل متعدد فتاوی میں دیے ہیں۔

(ii) صلوۃ الرسول از مولنا محمد صادق صاحب سیالکوٹی (غیر مقلد) نے صفحہ ۱۸۸ تا صفحہ ۱۹۰ تک "سینے پر ہاتھ باندھنے" کے بارے میں گفتگو کی ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے پر اصرار کیا ہے۔

نتیجہ باب اول

مندرجہ بالا باحوالہ گفتگو کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

(۲) امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

(۳) امام احمد بن حنبل کے بارے میں مندرجہ بالا دونوں موقف و مذہب مروی ہیں زیادہ مشہور ناف کے نیچے باندھنے والا ہے۔

(۴) امام مالک علیہ الرحمہ سے امام شافعی والا موقف بھی مروی ہے مگر زیادہ مشہور ہاتھ بالکل نہ باندھنے والا ہے۔

(۵) غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں۔

اب ہم مندرجہ بالا تمام مسالک پر دلائل کا جائزہ لیتے ہیں اور ترجیح کس موقف و مسلک کو ہے یہ بھی دلائل کی روشنی میں اللہ پاک کی توفیق سے بلا بغض و عناد پیش کریں گے۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**

باب دوم

(دلائل احناف)

دلیل اول مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی **حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ**

ترجمہ : حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر باندھا ناف کے نیچے۔

مندرجہ بالا حدیث پاک سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ آقا نبی پاک ﷺ نے نماز میں ہاتھ مبارک ناف کے نیچے باندھے لہٰذا سنت یہی ہوئی کہ ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے جائیں۔

دلیل اول کا فنی جائزہ

(۱) حدیث مذکور پر ائمہ حدیث کا تبصرہ

(i) **قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا اسنادہ جید** (حاشیہ کتاب الاثار صفحہ ۳۴)

یعنی حافظ حدیث امام قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں۔ (قطلوبغا ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے **الفحل الذکی** یعنی بہت جواں ہمت اور ذہین مرد)

(ii) **قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا فی تخریج الاحادیث اختیار شرح المختار ھذا سند جید** (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(iii) علامہ امام محمد بن علی النیموی فرماتے ہیں **اسنادہ صحیح** (آثار السنن صفحہ ۹۰)

(iv) **وقال العلامہ ابو طیب مدنی فی شرح الترمذی ھذا حدیث قوی من السند** (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(v) **وقال الشیخ عابد السندی فی طوالع الانوار "رجالہ ثقات"** (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(۲) رواۃ حدیث پر گفتگو

(۱) حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۲ صفحہ ۴۳۲ پر علامہ شمس الدین ذہبی نے بایں الفاظ تحریر کیا ہے۔

(i) **الحافظ عدیم النظیر، الثبت النحریر، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی.... صاحب المسند والمصنف و غیر ذلک** یعنی حافظ حدیث، ایسی علمی شخصیت جس کی کوئی مثال ہی نہیں، علم میں سند اور نہایت عقلمند، ابن ابی شیبہ صاحب المسند **والمصنف**۔

(ii) آگے لکھتے ہیں **عنہ ابو زرعہ والبخاری، و مسلم، و ابوداؤد، و ابن ماجہ....** یعنی حضرت ابوبکر ابن ابی شیبہ ابو زرعہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ کے استاذ ہیں۔

(iii) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں **ابوبکر صدوق ھو احب الی من اخیہ عثمان** یعنی حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ صدوق ہیں اور مجھے اپنے بھائی عثمان کی نسبت زیادہ محبوب ہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۲ صفحہ ۴۳۳)

(iv) العجلی فرماتے ہیں **ثقہ حافظ** یعنی ابوبکر ابن ابی شیبہ ثقہ ہیں اور حافظ حدیث ہیں۔

(v) فلاس کہتے ہیں **رایت احفظ من ابی بکر بن ابی شیبہ** یعنی میں نے ابن ابی شیبہ سے زیادہ

کوئی حافظ نہیں دیکھا۔

(vi) ابو عبید کہتے ہیں **انتھی الحدیث ابن علی اربعۃ فابوبکر بن ابی شیبۃ اسردھم لہ** یعنی حدیث تو چار اماموں پر ختم ہے ان میں سب سے زیادہ بہترین حدیث، بیان کرنے والے ابوبکر ابن ابی شیبہ ہیں۔

(vii) صالح بن محمد کہتے ہیں **واحفظھم عند المذاکرۃ ابوبکر ابن ابی شیبۃ** یعنی حفاظ حدیث میں مذاکرہ کے وقت ابوبکر ابن ابی شیبہ سب سے بڑھ کر حافظ تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف، ابوداؤد و ابن ماجہ میں آپ کو کثرت سے ابوبکر ابن ابی شیبہ (حوالہ مذکورہ) کی مروی احادیث کریمہ ملیں گی۔

(۲) امام وکیع

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے امام وکیع سے یہ حدیث روایت کی ہے اب ان کے بارے میں کچھ ملاحظہ فرمائیں۔

امام وکیع علیہ الرحمہ کے بارے میں ہم تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۰۶ تا صفحہ ۳۰۸، از علامہ ذہبی سے نقل کر رہے ہیں۔

(i) چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں **الابلم، الحافظ، الثبت، محدث العراق، احد ائمۃ الاعلام** (ائمہ اعلام میں سے ایک) **وعنہ عبداللہ ابن المبارک، واحمد، وابن المدینی و یحیی بن معین** یعنی آپ عبداللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل علی ابن المدینی، یحیی بن معین ائمہ حدیث کے استاذ گرامی ہیں۔

(ii) یحییٰ بن حسین کہتے ہیں **وکیع فی زمانہ کالاوزاعی فی زمانہ** یعنی امام وکیع اپنے زمانے میں امام اوزاعی کی طرح تھے۔

(iii) یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں **صحبت وکیعا فی السفر والحضر لکان یصوم الدھر و یختم القران کل لیلۃ** یعنی میں سفر و حضر میں امام وکیع کے ساتھ رہا ہوں آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات قرآن پاک ختم فرماتے۔

(iv) امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں **مارایت اوعی للعلم ولا احفظ من وکیع** یعنی میں نے امام وکیع سے زیادہ کسی کو حدیث یاد رکھنے والا اور اس میں غور کرنے والا نہیں دیکھا۔

(v) یحییٰ بن معین فرماتے ہیں **مارایت افضل منہ یقوم اللیل و یسرد الصوم و یفتی بقول ابی حنیفۃ** یعنی میں نے امام وکیع سے کوئی افضل نہیں دیکھا، آپ رات کو قیام کرتے ہمیشہ روزہ دار

رہتے اور امام اعظم کے قول پر فتویٰ صادر فرماتے۔

(vi) عبداللہ بن مالک جیسی شخصیت فرماتے ہیں **رجل المصریین الیوم ابن الجراح** یعنی اس دور میں مصریوں میں مرد تو وکیع بن جراح امام وقت ہی ہے۔

(vii) سلم بن جنادۃ کہتے ہیں **جالست وکیعا سبع سنین فما رایتہ بزق ولا مس الحصاۃ ولا جلس مجلسہ تحرک ولا رایتہ الا مستقبل القبلۃ وما رایتہ یحلف باللہ** یعنی میں امام وکیع کے پاس سات سال تک بیٹھتا رہا ہوں مگر میں نے انہیں کبھی تھوکتے، یا بیٹھنے کے بعد حرکت کرتے نہیں دیکھا، آپ جب بھی بیٹھتے قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور کبھی میں نے آپ کو قسم اٹھاتے نہیں دیکھا۔

(viii) ابراہیم بن شماس کہتے ہیں **لو تمنیت کنت اتمنی.... عبادۃ وکیع وحفظہ** یعنی میں کسی چیز کی تمنا کرتا تو امام وکیع کی عبادۃ اور ان کے قوت حفظ کی تمنا کرتا۔

(ix) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں **مارات عینی مثل وکیع قط** یعنی میری آنکھوں نے امام وکیع کی مثل ہرگز کسی کو نہیں دیکھا۔

(x) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں **علیکم بمصنفات وکیع** یعنی امام وکیع کی تصانیف پڑھنا تم پر لازم ہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۰۸)

(۳) حضرت موسیٰ بن عمیر

امام وکیع علیہ الرحمہ نے یہ حدیث موسیٰ بن عمیر سے روایت کی لہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق فن اسماء رجال کی کتاب تہذیب التہذیب کی جلد نمبر۱۰ صفحہ ۳۶۴ پر فرماتے ہیں۔

(i) **موسی بن عمیر التمیمی العنبری الکوفی روی عن علقمہ بن وائل والشعبی....** یعنی موسیٰ بن عمیر حضرت علقمہ بن وائل اور امام شعبی (وغیرہما) کے شاگرد ہیں آگے فرماتے ہیں **وعنہ وکیع و ابن المبارک، و عبداللہ بن موسی و ابو نعیم** یعنی اور امام وکیع، حضرت عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن موسیٰ، اور امام ابو نعیم جیسی نادر روزگار ہستیاں آپ کی شاگرد ہیں۔

(ii) ابن معین، ابو حاتم محمد بن عبداللہ اور خطیب کہتے ہیں **موسی بن عمیر ثقۃ** یعنی آپ ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۰ صفحہ ۳۶۴)

(iii) ابو زرعہ فرماتے ہیں **لاباس بہ** یعنی موسیٰ بن عمیر سے روایت درست ہے (حوالہ مذکورہ)

(iv) امام نسائی علیہ الرحمہ نے نسائی شریف میں کتاب الصلوۃ میں ان سے حدیث پاک روایت

فرمائی ہے۔

(v) عجلی اور دولابی کہتے ہیں ثقہ یعنی موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

(vi) یعقوب کہتے ہیں **وموسی بن عمیر کوفی ثقہ** یعنی موسیٰ بن عمیر کوفی ثقہ ہیں۔

(بیہقی شریف جلد نمبر۲ صفحہ ۲۸)

(۴) حضرت علقمہ بن وائل

موسیٰ بن عمیر عنبری کوفی نے یہ حدیث حضرت علقمہ بن وائل سے نقل کی لہٰذا ان کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

(i) طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ پر ہے **علقمہ بن وائل و کان ثقہ قلیل الحدیث** یعنی علقمہ بن وائل ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں۔

(ii) تہذیب التہذیب جلد نمبر۷ صفحہ ۲۸۰ پر علامہ ابن حجر نے ان کا ترجمہ ذکر کیا چنانچہ فرماتے ہیں

(i) **علقمہ بن وائل بن حجر الحضری الکندی' الکوفی روی عن ابیہ والمغیرہ بن شعبہ** یعنی علقمہ بن وائل جو اپنے باپ وائل بن حجر اور مغیرہ بن شعبہ صحابی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آگے فرماتے ہیں **وعنہ اخوہ عبدالجبار ..... و موسیٰ بن عمیر العنبری** اور ان سے ان کے بھائی عبدالجبار بن وائل بن حجر اور موسیٰ بن عمیر عنبری اور دیگر بہت سارے محدثین روایت کرتے ہیں۔

(ii) **ذکرہ ابن حبان فی الثقات** یعنی ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب جلد نمبر۷ صفحہ ۲۸۰)

(iii) علامہ شمس الدین ذہبی اپنی کتاب (جو فن اسماء رجال میں ہے) میزان الاعتدال جلد نمبر۳ صفحہ ۱۰۸ پر فرماتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر صدوق، یعنی علقمہ بن وائل صدوق ہیں۔

علقمہ بن وائل کی اپنے باپ سے سماعت کی تحقیق

حضرت علقمہ بن وائل کے بارے میں یحیی بن معین (علیہ الرحمہ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ **علقمہ بن وائل عن ابیہ مرسل** یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے ارسال کرتا ہے یعنی انھوں نے اپنے باپ سے حدیث کی سماعت نہیں کی۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر۷ صفحہ ۲۸۰ میزان الاعتدال جلد نمبر۳ صفحہ ۱۰۸)

لیکن حضرت یحیی بن معین کا یہ قول علقمہ بن وائل کے بارے میں درست نہیں ہے۔ مندرجہ

ذیل تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

(i) تہذیب التہذیب جلد نمبر۷ صفحہ ۲۸۰ پر علامہ حافظ ابن حجر اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں۔ **روی عن ابیہ و مغیرہ بن شعبہ** یعنی علقمہ بن وائل نے اپنے باپ اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے۔

(ii) ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ رحیمیہ دہلی (ابواب الحدود) میں امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا **وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ و ھو اکبر من عبدالجبار بن وائل و عبدالجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ** اس عبارت میں امام ترمذی علیہ الرحمہ نے علقمہ کے سماع عن ابیہ کی تصریح فرمائی ہے۔

(iii) مزید یہ کہ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ رحیمیہ دہلی ابواب الاحکام میں روایت فرمائی **عن علقمہ بن وائل عن ابیہ قال جاء رجل من حضر موت و رجل من کندۃ الی النبی** ﷺ ..... امام ترمذی اس حدیث پاک کے بارے میں فرماتے ہیں حدیث وائل بن حجر حدیث حسن صحیح اگر علقمہ کا اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہی نہ ہوتا تو امام ترمذی جیسے محدث اسے حدیث حسن صحیح کیسے فرما رہے ہیں؟ معلوم ہوا سماع ثابت ہے جیسا کہ سابقہ تصریح میں گزرا۔

(iv) ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ جلد نمبر۲ صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں فرماتے ہیں **والصحیح سمع من ابیہ والذی لم یسمع عنہ عبدالجبار بن وائل** یعنی صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سماعت حدیث کی ہے البتہ ان کے بھائی عبدالجبار بن وائل نے سماعت نہیں کی۔

(v) حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جزء رفع الیدین صفحہ ۱۵ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان میں رفع یدین کی حدیث **عن علقمہ بن وائل عن ابیہ** کہ کر روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا لہٰذا ثابت ہوا امام بخاری کے نزدیک بھی سماع ثابت ہے۔

بہر حال حضرت علقمہ نے اپنے باپ حضرت وائل سے حدیث پاک کا سماع کیا ہے لہٰذا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حضرت علقمہ نے یہ حدیث اپنے صحابی والد حضرت وائل بن حجر سے روایت کی لہٰذا ان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۱ صفحہ ۱۰۸ اور صفحہ ۱۰۹ پر اور اسد الغابہ جلد نمبر۴ صفحہ ۶۵۹ اور الاصابہ

فی تمیز الصحابہ جلد نمبر۳ صفحہ ۶۲۸ پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے نہایت اعلیٰ احوال بیان ہوئے ہیں۔

(i) **قال ابو نعیم اصعدہ النبی** ﷺ **علی المنبر** یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنے منبر شریف پر بٹھایا۔

(ii) **وکان رسول اللہ** ﷺ **قد بشر اصحابہ بقدومہ قبل ان یصل بایام وقال یاتیکم وائل بن حجر من ارض بعیدۃ** یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جب آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حضر موت سے آرہے تھے تو آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کو ان کے آنے کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ وائل بن حجر بڑی دور کی زمین سے آرہے ہیں (اسد الغابہ جلد نمبر۴ صفحہ نمبر۶۵۹)

احناف کی دلیل اول پر محدثین کرام کے اقوال و رواۃ حدیث کی ثقاہت بیان ہو چکی اس کے بعد مزید ایک دو امور کا بیان نہایت ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ پورے غور و فکر سے مطالعہ فرمائیں۔

(ا) محولہ بالا حدیث پاک کے بارے میں علامہ حیات سندھی نے اپنی کتاب "فتح الغفور" میں ذکر کیا کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ دیکھا جس میں "تحت السرۃ" کے الفاظ نہیں ہیں لہٰذا حدیث مذکور دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

اس کے جواب میں علامہ ابو المحاسن قائم سندھی نے اپنی کتاب فوز الکرام میں تحریر کیا کہ **ان القول بکون ھذہ الزیادۃ غلطا مع جزم الشیخ قاسم بن قطلوبغا بعزوھا الی المصنف و مشاھدتی ایاھا فی نسخۃ و وجودھا فی نسخۃ فی خزانۃ الشیخ عبدالقادر المفتی فی الحدیث والاثر لایلیق بالانصاف** اور فرماتے ہیں **ورایتہ بعینی فی نسخۃ صحیحۃ علیھا امارات المصححۃ** مزید کہا کہ **فھذہ الزیادۃ فی اکثر النسخ صحیحۃ** التعلیق الحسن صفحہ ۹۱)

ان کے فرمانات کا لب لباب یہ ہے کہ میں نے خود شیخ عبدالقادر کے خزانہ میں ایک صحیح نسخہ دیکھا ہے جس پر صحت کی مہریں اور علامات لگی ہوئی ہیں اس میں تحت السرۃ کے الفاظ موجود ہیں مزید فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں جو یہ الفاظ ہیں بالکل درست ہیں۔

بہاولپور نزد جلال پور پیروالہ میں غیر مقلدین کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ دیکھا ہے اب کا چھپا ہوا ان کے اپنے مکتبہ سے اس میں بھی تحت السرۃ کے الفاظ نہیں ہیں مگر ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں یہ الفاظ ہیں جیسا کہ ہم نے یہاں ذکر کیے

ہیں۔

باقی اہل مطالعہ پر یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے جو قدیم اور اصل ماخذ شائع کیے جاتے ہیں ان میں یہ لوگ بہت زیادہ حذف و زیادۃ اور کانٹ چھانٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جس کی وجہ سے نا صرف کہ اہل تحقیق اصل بات سے آگاہ نہیں ہو سکتے بلکہ تعلیمات اسلامیہ بھی بدل رہی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ دین کے معاملہ میں ایسی بدترین خیانت بارگاہ خداوندی میں ناقابل معافی جرم ہے ہم نے اپنے آپ کو دین کے مطابق ڈھالنا ہے تاکہ اپنی فرسودہ سوچ اور غلط موقف کے مطابق دین کی تعلیمات کو بدلنا ہے اقبال کو بھی شاید ایسی چیزوں کے مشاہدوں کے بعد کہنا پڑا تھا۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

مطالعہ کتب کے دوران جب یہ خیانت میری نظروں میں آئی تو خود بخود ایک مشہور حقیقت کی مزید تصدیق ہو گئی کہ اسلام کو اتنا نقصان غیروں نے نہیں پہنچایا جتنا خود مدعیان اسلام نے۔

بطور مثال درج ذیل امور میں غور فرمائیں۔

(ا) مسئلہ زیر غور میں فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر۳ صفحہ ۹۴ پر عمدۃ القاری کے حوالہ سے عبارت دی ہے **ویستدل لعلمائنا الحنفیہ بدلائل غیر وثیقۃ** یعنی علامہ عینی علیہ الرحمہ کی طرف یہ عبارت منسوب کی ہے کہ علمائے حنفیہ کا استدلال غیر موثوقہ دلائل سے ہے۔

حالانکہ عمدۃ القاری جلد نمبر۵ صفحہ ۲۷۸ تا صفحہ ۲۸۰ تک اسی مسئلہ میں گفتگو کی گئی ہے اور سرے سے یہ عبارت وہاں ہے ہی نہیں۔

(ii) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور مشہور ترین عالم ثناء اللہ امرتسری صاحب نے فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر۳ صفحہ ۹۱ پر فرمایا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔

حالانکہ بخاری و مسلم میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک حدیث بھی نہیں ہے۔

(iii)

اس فرقہ کی مزید علمی خیانتیں آخری باب میں اس مسئلہ کے متعلق جو ہیں واضح ہو جائیں گی۔

بہرحال میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس فرقہ کی مطبوعہ و مصنفہ کتب ناقابل اعتماد ہیں یہ ایک ایسا پر تشدد فرقہ ہے جو اپنی بات منوانے کے لئے قرآن و حدیث کا بے دریغ خون کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ میں نے بہت سخت الفاظ تحریر کیے ہیں لیکن میں ایک مسلمان ہوں اور قرآن و

کے مطابق مگر حضرت سیالکوٹی نے یہاں دیانت کو کند چھری سے نا صرف ذبح کیا ہے بلکہ خواہ
کے مطابق مگر حضرت سیالکوٹی نے یہاں دیانت کو کند چھری سے نا صرف ذبح کیا ہے بلکہ خواہ
مخواہ لوگوں کو اپنے طریقے کی ترغیب غلط اور جھوٹے دلائل سے دے رہے ہیں جو کہ عنداللہ بھی جرم عظیم ہے اور عندالناس بھی رسوائی اور ذلت کا باعث کبیر ہے۔

اس مسئلہ پر یہ چند نمونے ہم نے پیش کئے ہیں نتیجہ آپ خود نکال لیں کہ اتنا کذب و افتراء آخر دین کی تعلیمات میں کس لیئے؟

اور پھر اگر علماء و شیوخ اسلام کا حال یہ ہے تو باقیوں کا عالم کیا ہوگا

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ان معروضات (جو صرف ایک حقیقت حال کے اظہار کے لئے تھیں) کے بعد اب ہم دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

دلیل اول

ابن خزیمہ اول صفحہ ۲۴۳ پر ہے

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور علیہ السلام اپنا دایاں ہاتھ مبارک بائیں ہاتھ مبارک پر سینے کے اوپر باندھا قاضی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اسے صحیح بتایا اور حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اسے صحیح فرمایا (فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۵)

آپ حضرات صحیح ابن خزیمہ بھی دیکھ لیجئے اور بلوغ المرام بھی ہرگز اس حدیث پاک کو حدیث صحیح نہیں کہا گیا ہے (یہ ایک اور غلط بیانی ہے)

بندہ کی ذاتی لائبریری میں قدیمی کتب خانہ کراچی کی مطبوعہ بلوغ المرام ہے جس پر "اتحاف الکرام" کے نام سے تعلیقات صفی الرحمن مبارکپوری کی ذیل میں دی ہوئی ہیں۔

اس نسخہ میں صفحہ ۸۲ پر حدیث نمبر ۲۷۵ کے تحت یہ حدیث موجود ہے جس پر فقط اتنا ہے "اخرجہ ابن خزیمہ" آگے کچھ صحت کے بارے میں تحریر نہیں ہے۔

اسی شوال المکرم ۱۴۱۷ھ کے دوسرے ہفتہ میں بندہ اور عامر حسینی صاحب (خانیوال) غیر مقلدین کے مکتبہ "فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان" گئے وہاں بندہ نے خصوصی طور پر "فاروقی کتب خانہ" کی اپنی شائع کردہ "بلوغ المرام" پوری توجہ سے دیکھی چنانچہ اس کے صفحہ ۶۱ پر یہی حدیث موجود ہے مگر نہ تو ابن خزیمہ کا قول صحت حدیث مذکور ہے اور نہ ہی ابن حجر کا

حدیث اور تعلیمات اسلامیہ کے خلاف ایسی کاروائی پر پرزور احتجاج میرا ایمانی تقاضہ ہے جو ہر مصلحت سے بالاتر ہے۔

بہرحال جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی محولہ بالا حدیث پاک صحیح نسخوں میں موجود ہے اور تحت السرۃ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

دلیل دوم ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ (نسخہ ابن الاعرابی) اور حاشیہ ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان اور مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر صفحہ دار قطنی بحوالہ عمدۃ القاری جلد نمبر۵ صفحہ ۲۷۹ اور بیہقی شریف جلد نمبر۲ صفحہ ۳۱ اور مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۹۱ پر ابو جحیفہ (مصنف و بیہقی و مسند و دار قطنی و ابوداؤد) سے اور نعمان بن سعد (بیہقی) سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا **ان من سنة الصلوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة** (مصنف میں ذرا مختلف الفاظ سے ہے)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے ناف کے نیچے۔

اس حدیث پاک کے بیان کے بعد احناف کے مشہور علامہ بدر الدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد نمبر۵ صفحہ ۲۷۹ پر تحریر کرتے ہیں **وقول علی ان من السنة هذا اللفظ يدخل في المرفوع عندهم وقال ابو عمر في المنتقى واعلم ان الصحابي اذا اطلق اسم السنة فالمراد به سنة النبي** ﷺ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ بے شک سنت ہے یہ لفظ ان کے اس فرمان کو حدیث مرفوع میں داخل کر دیتا ہے اور ابو عمر نے کہا ہے کہ جب صحابی کسی امور پر سنت کا اطلاق کرے تو مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہوتی ہے یعنی مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

یعنی جب صحابی فرمائے کہ ہمیں فلاں چیز کا حکم دیا گیا یا فلاں چیز سے منع کیا گیا یا فلاں چیز سنت میں سے ہے یہ سب فرمانات صحابہ صحیح مذہب کے مطابق حدیث مرفوع ہی قرار پاتے ہیں اور مراد اس سے حضور علیہ السلام کے ارشادات ہی ہوتے ہیں (علامہ نووی شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں **واما اذا قال الصحابي امرنا بكذا ونهينا عن كذا او من السنة كذا لكله مرفوع على المذهب الصحيح الذي قال الجمهور من اصحاب الفنون** مقدمہ شرح صحیح مسلم شریف صفحہ ۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

حدیث مذکور کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق زاوی کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے جس کی وجہ سے حدیث ھذا ضعیف قرار پاتی ہے مگر مندرجہ ذیل عوامل کی وجہ سے ضعف مذکور مرتفع ہو جاتا ہے۔

(۱) حدیث ضعیف سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف تسلیم کر لی جاتی ہے مگر یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ وہ متن کے لحاظ سے بھی ناقابل استدلال ہو اس لئے جب حدیث ضعیف کے مضمون مفہوم کے مطابق ہمیں اہل علم کا عمل مل جائے تو وہ حدیث ہرگز ہرگز ضعیف نہیں رہتی ہے۔

ترمذی شریف کی ہر دو جلدوں میں آپ کو متعدد مقامات پر نظر آئے گا کہ حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی ایک حدیث پاک نقل کر کے فرماتے ہیں **ھذا الحدیث غریب ضعیف والعمل علیہ عند اھل العلم** یعنی یہ حدیث غریب ہے ایک سند سے اور ضعیف ہے ایکدوسری سند سے مگر اہل علم کا عمل اسی پر ہے اس پر مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد نمبر۳ صفحہ ۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں ہے **قال النووی اسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویت الحدیث بعمل اھل العلم** یعنی سید میرک نے امام نووی شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تعقبات (باب الصلوۃ زیر حدیث صلوۃ التسبیح) میں امام بیہقی شافعی متوفی ۴۵۸ھ سے نقل فرمایا کہ **قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحت الحدیث عمل اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ** یعنی متعدد اہل علم نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کے لئے کوئی اسناد قابل اعتماد نہ ہو کتاب الروح (مترجم) صفحہ ۴۸ از علامہ ابن قیم حنبلی مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی پر علامہ ابن قیم جوزیہ جو کہ حنبلی المذہب ہیں اور حدیث کے معاملہ میں بہت متشدد ہیں ہمارے دور کے غیر مقلدین ان پر اندھا اعتماد کرے ہیں (اندھا اعتماد اس لئے کہ عدم رفع الیدین کی احادیث مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حدیث متداولہ میں موجود و سند صحیح و حسن مذکور مگر حضرت علامہ ابن قیم حنبلی نے اپنی المنار المنیف فی الصحیح والضعیف میں تمام احادیث عدم رفع الیدین کو بے اصل قرار دے دیا اب غیر مقلدین حضرات نے اس کو اپنے حق میں ایک سند کا درجہ دے دیا ہے اور نہ مسلم کو دیکھیں نہ ترمذی و ابوداؤد کو بس مذکورہ فرمان ابن قیمی ورد زبان بنا رکھا ہے)

بہرحال علامہ ابن قیم نے کتاب الروح (مترجم) صفحہ ۵۰ پر میت کو تلقین کرنے کے بارے میں

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا حوالہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں پرانے زمانے سے دستور چلا آرہا ہے کہ قبر میں میت کو تلقین کی جاتی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ سنتا ہے اور تلقین سے اسے فائدہ پہنچتا ہے ورنہ تلقین بے کار و غیر مفید ہو جاتی ہے اس سلسلے میں امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے تلقین اچھی سمجھی اور لوگوں کے عمل سے دلیل پکڑی اس بار ے میں معجم طبرانی میں ابو امامہ والی ایک ضعیف حدیث بھی آئی ہے۔

امام ترمذی جلال الدین سیوطی، امام نووی اور امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہم نے تو اہل علم کا عمل دلیل بنایا جب کہ یہاں امام احمد بن حنبل لوگوں کے عمل کو دلیل بنا رہے ہیں اب ہم ان اہل علم کی نشاندہی کرتے ہیں جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

(۱) ترمذی شریف جلد نمبر۱ صفحہ ۵۴ مطبوعہ رحیمیہ دہلی پر امام ترمذی فرماتے ہیں۔

واری بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ

فوق السرۃ اور **تحت السرۃ** سے پہلے امام ترمذی نے اہل علم صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کرام کا ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ سے **رای بعضھم** میں ضمیر مجرور کا مرجع مذکورہ لوگ ہی ہیں لہٰذا امام ترمذی علیہ الرحمہ کی تحقیق کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ان تمام لوگوں کے دو مسلک ہوئے ہیں مسئلہ زیر بحث میں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور دوسری جماعت ناف کے نیچے ہاتھ باندھتی ہے۔

بہرحال اہلسنّت و جماعت احناف نے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کے عمل سے دلیل دوم، بالکل قابل استدلال ہے اور اہل علم صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی عملی تائید حاصل ہے۔ اور عملی تائید کے بعد ثابت یہ ہوتا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حضور نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں **ان من السنۃ** کے الفاظ وارد کیئے ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث حکم مرفوع میں ہے۔ لہٰذا دلیل دوم دلیل اول کی موید اور دلیل اول سے موید بن گئی جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آقا نبی پاک ﷺ کا عمل شریف مسئلہ زیر نظر میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

(ii) دوسرا یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے اور اسی کا حکم فرماتے تھے سنت نبوی کہہ کر علاوہ ازیں حضرت ابراہیم نخعی و ابو مجلذ وغیرہ کے بارے میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے

تھے (ان لوگوں کی علمی حیثیت کیا ہے؟ یہ آگے بیان ہو رہی ہے)

(iii) تیسری بات دلیل نمبر۲ میں مذکور حدیث پاک کے سلسلہ میں عرض ہے کہ جس وقت بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ یا بیہقی وغیرہ مصنفین محدثین نے کتب حدیث تحریر فرمائیں تو ان کے پاس جو روایات پہنچیں ان میں ضعیف راوی بھی آئے، لیکن ان مصنفین محدثین سے بہت پہلے مثلاً جب ابراہیم نخعی کا زمانہ تھا یا جب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا دور مبارک تھا اور جب یہ لوگ فتوی دیتے تھے یا تدوین فقہ کر رہے تھے تو اس وقت زمانہ صحابہ کے قریب ہونے کی وجہ سے درمیان میں واسطے بہت کم تھے بلکہ بہت زیادہ ایسا ہے کہ صرف ایک یا دو واسطوں سے ہی آقا نبی کریم علیہ السلام کا عمل و فرمان ان لوگوں تک پہنچا ہے اس طرح مذکورہ حدیث کی سند میں جو ضعف ہے وہ بعد میں پیدا ہوا جب کہ حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب تک کوئی ضعف نہیں، سو انہوں نے آقا نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ پر فتوی جاری فرمایا اور اہل علم صحابہ کرام کے عمل کو مشعل راہ بنایا۔ لہٰذا اس حدیث پاک پر بعد کے محدثین کرام کا حکم ضعف امام اعظم ابو حنیفہ یا ان کے اصحاب کے فتاوی کو کمزور نہیں کرسکتا ہے۔ اور پھر ان کے متبعین کے عمل پر اس وقت بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ موجودہ دور کے جو اہلسنّت حنفی ہیں وہ اس وقت ان روایات کو دلیل نہیں بناتے ہیں بلکہ اپنے متبوع امام کے واسطہ سے آقا نبی کریم ﷺ اور اہل علم صحابہ کرام کے عمل سے دلیل پکڑتے ہیں اس وقت سے جب کہ ان روایات پر کوئی حکم ضعف نہیں تھا یہ بات انشاء اللہ تعالیٰ آگے مزید واضح ہوتی جائے گی۔

دلیل سوم

مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۹۰ میں ہے **حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی معشر عن ابراہیم قال یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ** یعنی حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے۔

کتاب الاثار صفحہ ۳۴ پر ہے **محمد قال اخبرنا الربیع بن صبیح عن ابی معشر عن ابراہیم انہ کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری تحت السرۃ** یعنی حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کے بارے میں نقل کیا گیا کہ وہ اپنے فرمان میں بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں دوسری روایت میں ان کا عمل

بیان کیا گیا کہ وہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھا کرتے تھے۔

ابراہیم نخعی کون تھے ان کی علمی حیثیت کیا ہے اس کے لئے سطور ذیل ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوالدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایک عظیم شاگرد ہیں حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۴۸) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے **ما اخذ شیاء وما اعلم شیئا الا وعلقمہ یقروہ و یعلمہ** (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۴۸) یعنی جو کچھ میں پڑھتا ہوں اور جانتا ہوں اسے علقمہ بھی پڑھتے ہیں اور جانتے ہیں۔

ابو ظبیان کہتے ہیں **ادرکت ناسا من اصحاب رسول اللہ** ﷺ **وہم یسالون علقمہ و یستفتونہ** (حوالہ مذکورہ)

یعنی میں نے صحابہ کرام میں سے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جو حضرت علقمہ کے پاس آکر سوال کرتے اور ان سے فتوی لیتے تھے۔

ان حضرت کے شاگرد اور بھانجے ہیں حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ۔

جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۴۸ پر ہے **اخذ عنہ ابراہیم** یعنی علقمہ سے ابراہیم نخعی نے علم حاصل کیا اور روایت کی۔

علاوہ ازیں ابراہیم نخعی حضرت مسروق کے شاگرد ہیں اور مسروق نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی سے علم حاصل کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ صفحہ ۴۹)

مذکورہ تمام بحث سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے پاس جو علم اپنے ماموں علقمہ بن قیس اور حضرت مسروق بن اجدع کے ذریعے سے پہنچا ہے وہ حضرت عمر، عثمان، عبداللہ ابن مسعود، حضرت معاذ، حضرت ابی ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تعلیم کیا ہوا ہے۔

اب خود ابراہیم نخعی کی علمی قابلیت و لیاقت دیکھئے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ حضرت ابراہیم نخعی علیہ رحمہ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی جیسا کہ طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۸۴ پر ہے **واجمعوا علی انہ توفی فی سنہ ست و تسعین فی خلافہ الولید بن عبدالملک بالکوفہ** یعنی اصحاب سیر کا اجماع ہے کہ آپ کی

وفات ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک کے دور میں کوفہ میں ہوئی۔ البتہ تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ صفحہ ۷۴ پر ۹۵ھ لکھی ہے اور وفیات الاعیان میں علامہ ابن خلکان نے جلد اول صفحہ ۲۵ پر ۹۵ھ و ۹۶ھ لکھا ہے ۹۶ھ کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی عمر شریف ۴۹ یا ۵۰ سال تحریر کی گئی ہے (وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۲۶' طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۸۴)

اس حساب سے آپ کی حیات مبارکہ تقریباً ۴۶ھ تا ۹۶ھ تک محیط ہے اور اس زمانہ میں ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہوگی حضرت ام المومنین کی زیارت کی تو تمام نے تصریح کی ہے مثلاً تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ صفحہ ۷۴ **ودخل علی ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وھو صبی** طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۷۱ پر ہے **عن ابی معشر عن ابراہیم انہ کان یدخل علی بعض ازواج النبی ﷺ وھی عائشہ فیری علیھن ثیابا حمرا** یعنی حضرت ابراہیم کے بارے میں ابو معشر نے کہا کہ وہ بعض ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جن میں حضرت عائشہ بھی ہیں اس پر ایوب نے سوال کیا کہ **کیف کان یدخل علیھن** یعنی وہ ان کی خدمت میں کیوں کر حاضر ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا **کان یحج مع عمہ وخالہ علقمہ والاسود قبل ان یحتلم قال و کان بینھم و بین عائشہ اخاء و د** یعنی حضرت ابراہیم بلوغ سے پہلے اپنے چچا اسود اور ماموں علقمہ کے ساتھ حج کرنے جاتے تھے تو امہات المومنین کی بارگاہ میں حاضری دیتے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان لوگوں میں محبت اور بھائی چارے کا رشتہ تھا۔

بہر حال حضرت ابراہیم نخعی نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا امہات المومنین کی خدمت میں حاضری دی اور یقیناً یہ چیز ان کی علمی اور عملی پختگی کے لئے بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی ان کی اپنی علمی قابلیت کی۔

طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۷۰ پر اور تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۷۴ پر ہے کہ عبدالملک بن ابو سلیمان کہتے ہیں **رایت سعید بن جبیر یستفتی فیقول اتستفتونی و فیکم ابراہیم** یعنی جب سعید بن جبیر کے پاس کوئی فتویٰ لینے آتا تو فرماتے کہ تم مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعی موجود ہیں۔

عاصم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابو وائل سے مسئلہ پوچھنے آتا تو وہ اس کو ابو رزین کے پاس بھیج دیتے اور ساتھ میں تاکید کر دیتے کہ جو کچھ ابو رزین تجھے جواب دیں وہ مجھے بھی بتاتے جانا لیکن جب کوئی شخص ابو رزین کے پاس سوال کرتا تھا تو وہ اس کو ابراہیم نخعی کے پاس بھیج

دیتے اور ساتھ ہی سائل کو تاکید کر دیتے کہ جو کچھ ابراہیم نخعی تجھے کہیں وہ مجھے بھی بتاتے جانا۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۷۲)

ابن عون کہتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد میں امام شعبی علیہ الرحمہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ کیا تم ابراہیم نخعی کے دفن کے وقت وہاں موجود تھے؟ میں نے بتایا تو امام شعبی نے فرمایا **واللہ ماترک بعدہ مثلہ قلت بالکوفہ؟ قال لا بالکوفہ ولا بالبصرۃ ولا بالشام ولا بکذا ولا بکذا وزاد محمد بن عبداللہ ولا بالحجاز** (طبقات ابن سعد جلد نمبر۶ صفحہ ۲۸۴)

یعنی امام شعبی (بہت بڑے محدث و فقیہہ) نے فرمایا کہ ابراہیم نخعی کے بعد ان جیسا کوئی نہیں رہا۔ (ابن عون کہتے ہیں) میں نے کہا "کیا کوفہ میں؟ شعبی نے جواب دیا نہ تو کوفہ میں' نہ بصرہ میں' نہ شام میں نہ وہاں' نہ وہاں اور نہ ہی حجاز میں" امید ہے کہ مندرجہ بحث کے بعد آپ پر ابراہیم نخعی کے بارے میں کافی کچھ واضح ہو گیا ہو گا۔

اور پھر ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ صحابہ کرام کے قول و عمل پر کسی پختگی کا اظہار فرماتے تھے "علامہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی پروفیسر یونیورسٹی ظہران' سعودی عرب" اپنی کتاب "فقہ ابی بکر" کے مقدمہ میں صفحہ ۱۵ (مطبوعہ ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرات ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"کسی گروہ کے لئے گناہوں کا اتنا ہی بوجھ کافی ہے کہ اس کے اعمال صحابہ کرام کے اعمال کے مخالف ہوں۔"

حضرات ابراہیم نخعی کے اس فرمان کو بار بار پڑھیئے اور غور فرمایئے کہ جو شخص صحابہ کرام کے اعمال کے خلاف عمل کرنے کو گناہ یقین کرتا ہے یقیناً اس کی اپنی زندگی سیرت صحابہ کا ایک بہترین عکس اور پرتو ہوگی تو جناب یہ حضرت صحابہ کرام کے زمانہ میں بلکہ حج اور دیگر مواقع پر اور خود کوفہ میں صحابہ کرام کے ساتھ اور سامنے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اور انہیں کے عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے اساتذہ علقمہ' مسروق' اسود وغیرہ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے ورنہ کوئی تو اختلاف وارد ہوتا۔ اور جب معاملہ یہ ہے تو حضرت علی خصوصاً اور تمام خلفائے راشدین و اجلہ صحابہ کرام کا بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا واضح ہوتا ہے۔ جب کہ دلیل نمبر۲ میں ہم حضرت علی کا عمل بھی اور ان کا اس سلسلے میں حکم بھی بیان کر چکے ہیں مزید یہ کہ اتنی ساری بحث کے بعد دلیل نمبر۲ والی حدیث پاک کے مضمون کا احقاق

بھی بالکل واضح و ثابت ہو جاتا ہے کہ جب حضرت علی کے شاگرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں تو یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دیگر صحابہ کرام کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا تب ہی تو ایسا کر رہے ہیں اور جب حضرت علی کی مروی روایت کا مضمون ثابت ہوگیا تو چونکہ اس میں **ان من السنہ** کے الفاظ ہیں لہٰذا آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل مبارک بھی واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے اور دلیل اول سے پہلی بات بالکل واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

دلیل چہارم

مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۱ پر روایت ہے حجاج بن حسان فرماتے ہیں **سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف یضع؟ قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلها اسفل من السرة** یعنی حضرت ابو مجلز سے سوال کیا کہ ہاتھ کیسے باندھے جائیں؟ انہوں نے جواب دیا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے ظاہر پر ناف کے نیچے باندھے۔

ابو مجلز کون ہیں؟

طبقات ابن سعد جلد نمبر۷ صفحہ ۳۶۸ پر خراسان میں رہائش پذیر تابعین کرام میں دوسرے نمبر پر ابو مجلز لاحق بن حمید السدوسی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ **وکان ثقة له احادیث** یعنی آپ ثقہ ہیں اور آپ سے احادیث کریمہ مروی ہیں۔

تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۲ صفحہ ۲۲۷ پر ہے **ابو مجلز عن ابن عباس روی عنه یزید بن حبان** یعنی آپ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یزید بن حبان نے روایت کی ہے۔

دلیل چہارم میں بھی ایک ثقہ تابعی سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی صحابہ کرام کو اور دیگر اہل اسلام کو اپنے وقت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے دیکھا چونکہ یہ حضرت ابن عباس کے شاگرد ہیں لہٰذا اس روایت کی روشنی میں حضرت ابن عباس کا بھی یہی عمل واضح ہوتا ہے۔

دلیل پنجم

علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ الجوہر النقی علی البیہقی جلد نمبر۲ صفحہ ۳۱ پر تحریر کرتے ہیں **قال ابن حزم و رویناه عن ابی هریرة قال وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة**

یعنی ابن حزم نے فرمایا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا جائے۔

مزید فرماتے ہیں۔

وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار و تاخیر السحور و وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوة تحت السرة (حوالہ مذکور)

یعنی حضرت انس بن مالک سے بھی ہم نے روایت کی کہ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں افطاری جلدی کرنا، سحری دیر سے اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

دلیل پنجم میں ابن حزم سے دو روایات بحوالہ الجوہر النقی ذکر کی گئیں ہیں جن میں حضرت ابوہریرۃ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایات ہیں جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے

دلیل ششم

قرآن مجید سورۃ البقرہ آیت نمبر۲۳۸ میں اللہ پاک کا فرمان ہے **وقوموا للہ قانتین** یعنی اللہ پاک کی بارگاہ میں حالت نماز میں ادب سے کھڑے ہوئے کرو۔

نماز میں اگر حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں تو مکمل ادب واحترام کی کیفیت پیدا ہوتی ہے بخلاف دیگر طریقوں کے لہٰذا آیت مذکورہ دیگر تمام دلائل کی تائید بھی کرتی ہے اور بطور خود ایک دلیل ہے ہماری معروضات پر۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل اختصاراً بیان کیئے گئے ہیں اور ان کی علمی پوزیشن بھی واضح کردی گئی ہے اگلے باب میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا جارہا ہے۔

باب سوم

دلیل اول (ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا)

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ نے شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر اپنے موقف پر دلیل دی ہے **دلیل و ضعهما فوق السرة حدیث وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ وضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره رواه ابن خزیمة فی صحیحه**

یعنی ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں

ہاتھ پر باندھا سینے پر۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا۔
حدیث بالا میں "سینے پر ہاتھ باندھنے" کا ذکر ہے لیکن شوافع کا موقف ناف کے اوپر سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے سمجھ نہیں آتی کہ یہ حدیث پاک ان کی دلیل کس طرح ہے؟
امام نووی شافعی نے اپنا مسلک خود شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر ذکر فرمایا ہے **ویجلعهما تحت صدره فوق سرته هذا مذهبنا المشهور** یعنی ناف کے اوپر سینے سے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یہی ہمارا مشہور مذہب ہے۔
صحیح ابن خزیمہ کی حدیث پاک کی سند ملاحظہ فرمائیں۔
اخبرنا ابو طاهرنا ابوبکر ابو موسی نا مومل نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر (ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۴۳) یہ سند ضعیف ہے اس میں مومل راوی ہے جس پر جرح کی گئی (اس کا تفصیلی بیان آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں)
اس دلیل پر ہم نے دو امر پیش کیئے ہیں۔
(۱) یہ کہ اس کی سند نہایت ضعیف ہے۔
(۲) اس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے موقف پر دلیل ہی نہیں بن سکتی ہے۔

دلیل دوم

ابوداؤد شریف (نسخہ ابن اعرابی) جلد اول صفحہ ۱۱۷ (برحاشیہ مطبوعہ۔ مکتبہ امدادیہ ملتان) پر ہے کہ **عن ابن جریر الضبی عن ابیه قال رایت علیا** رضی اللہ عنہ **یمسک شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ انہوں اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے اوپر باندھ رکھا ہے۔

(۱) اس حدیث پاک کی سند کچھ یوں ہے **حدثنا محمد بن قدامه بن اعلن عن ابی بدر عن ابی طالوت عبدالسلام عن ابن جریر الضبی عن ابیه قال رایت علیا** الخ (ابوداؤد شریف نسخہ ابن اعرابی)
اس سند میں ابو بدر شجاع بن ولید موجود ہے جس کے بارے میں محدثین کرام کی رائے درج ذیل ہے۔
(i) علامہ نیموی کہتے ہیں۔
لینه ابو حاتم یعنی ابو حاتم نے انہیں کمزور بتایا ہے (تعلیق الحسن صفحہ ۸۹)

(ii) حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں صفحہ پر فرمایا **لین الحدیث شیخ لیس بالمتقن فلا یحتج به** یعنی روایت میں کمزور ہیں اور متقن نہیں ہیں ان سے دلیل نہ پکڑی جائے یہی بات تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۱۳ پر ہے۔
(iii) علامہ نیموی مزید فرماتے ہیں **قال الحافظ فی التقریب له اوهام** یعنی ابو بدر شجاع بن ولید کے بہت زیادہ وہم ہیں (التعلیق الحسن صفحہ ۸۹)
(۲) امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ پر حضرت وکیع سے یہی روایت نقل فرمائی مگر اس میں **فوق السرة** کے الفاظ نہیں ہیں ملاحظہ فرمائیں **حدثنا وکیع قال حدثنا عبدالسلام بن شداد الحریری ابو طالوت قال نا غزوان ابن جریر الضبی عن ابیه قال کان علی اذا قام فی الصلوة وضع یمینه علی رسغ یساره ولا یزال کذلک حتی یرکع متی ما رکع الا ان یصلح ثوبه او یحک جسده**
بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۲۹ پر یہی حدیث پاک موجود ہے۔ لیکن اس میں بھی **فوق سرة** کے الفاظ نہیں ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں امام بیہقی فرماتے ہیں **واخبرنا ابوالحسین بن بشران ثنا جعفر بن محمد الانصاری بن نصیر الخلدی املاء ثنا ابراہیم بن عبدالله ابن مسلم ثنا بن ابراہیم ثنا عبدالسلام بن ابی حازم ثنا غزوان بن جریر عن ابیه انه کان شدید اللزوم لعلی بن ابی طالب** رضی اللہ عنہ **قال کان علی** رضی اللہ عنہ **اذا قام الی الصلوة فکبر فضرب بیده الیمنی علی رسغه الایسر فلا یزال** الخ مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں روایات بھی عبدالسلام ابو طالوت غزوان بن جریر سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کر رہے ہیں مگر ان روایات میں **فوق السرة** کے الفاظ نہیں ہیں یہ الفاظ صرف ابو بدر شجاع بن ولید والی روایت میں ہیں اور ابو بدر شجاع کے متعلق ہم محدثین کرام کا نقطہ نظر عرض کر چکے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدث محمد بن علی نیموی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت میں **فوق السرة** کی زیادتی کو غیر محفوظ فرمایا ہے (آثار السنن صفحہ ۸۹)
(۳) اس روایت کے متعلق تیسری عرض یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے بھی عملاً اس روایت کی توثیق نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شاگردوں سے "تحت السرة" عملی توثیق ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے تحت السرة کی روایت بھی کرتے ہیں اور خود بھی اسی پر عمل کرتے ہیں باب دوم میں اس کی پوری وضاحت ہو چکی ہے۔

دلیل سوم

حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے سنن الکبری یعنی بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۱ پر ایک اثر ذکر فرمایا ہے **عن ابی الزبیر قال امرنی عطاء ان اسئل سعیدا این تکون الیدان فی الصلوۃ فوق السرۃ او اسفل من السرۃ فسئلتہ عنہ فقال فوق السرۃ** یعنی ابو الزبیر کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے کہا کہ میں حضرت سعید بن جبیر سے پوچھ کر آوں کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ناف کے اوپر۔

سب سے پہلے ہم اس روایت کی سند کا جائزہ لیتے ہیں امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس کی سند یوں بیان فرمائی ہے **اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق انبا الحسن بن یعقوب ثنا یحیی بن ابی طالب انبانا زید ثنا سفیان عن ابن جریج عن ابی الزبیر الخ**

(۱) روایت ابن جریج نے ابو الزبیر سے کی ہے ابن جریج کا پورا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے (تہذیب التہذیب جلد نمبر۶ صفحہ ۴۰۲) ان کے بارے میں میزان الاعتدال جلد نمبر۲ صفحہ ۲۵۹ پر ہے **احد اعلام الثقات یدلس** یعنی وہ مشہور ثقات میں سے ہیں مگر تدلیس کرتے تھے **قال احمد بن حنبل بعض ھذہ الاحادیث التی کان یرسلھا ابن جریج احادیث موضوعۃ کان ابن جریج لا یبالی من این یاخذھا** یعنی ابن جریج کی بعض وہ احادیث جنہیں وہ مرسلا بیان کرتا ہے موضوع ہوتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن جریج کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کہاں سے وہ حدیث پاک لے رہے ہیں۔ حافظ علیہ الرحمہ نے تقریب میں فرمایا کہ **ثقۃ فقیہ فاضل و کان یدلس و یرسل** یعنی ثقہ، فقیہ و فاضل تھے لیکن تدلیس و ارسال کرتے تھے (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(۲) اسی سند میں زید بن الحباب ہے جو یہاں سفیان ثوری سے روایت کر رہا ہے۔ میزان الاعتدال جلد نمبر۲ صفحہ ۱۰۰ پر اس کے متعلق ہے **قد قال ابن معین احادیثہ عن الثوری مقلوبۃ** یعنی ابن معین نے فرمایا ہے کہ زید بن حباب نے جو روایات سفیان ثوری سے کی وہ مقلوب ہیں **وقال احمد صدوق کثیر الخطاء** یعنی امام احمد حنبل نے فرمایا کہ زید بن الحباب اگرچہ صدوق ہے مگر کثیرالخطاء بھی ہے۔

تعلیق الحسن صفحہ ۹۰ پر ہے **قال ابن عدی لہ احادیث تستضرب عن سفیان الثوری من جہۃ اسنادھا** یعنی جو روایات زید بن حباب سفیان ثوری سے کرتا ہے وہ اسناد کے اعتبار سے غریب ہوتی ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا تقریب میں **صدوق یخطی** یعنی زید بن حباب صدوق تو ہے مگر خطا کرتا ہے ابو حاتم اور ابن معین نے کہا **ثقۃ یقلب حدیث الثوری** یعنی

اگرچہ ثقہ ہے مگر سفیان ثوری کی احادیث میں تقلیب کرتا ہے۔

(۳) اس سند میں یحییٰ بن ابی طالب بھی ہے جو زید بن الحباب سے روایت کر رہا ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال جلد نمبر۴ صفحہ ۳۸۷ پر ملاحظہ فرمائیں **قال موسی بن ہارون اشہد انہ یکذب** یعنی موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں وہ گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یحییٰ بن ابو طالب کذب بیانی کرتا ہے ابو عبید اجری نے کہا **خط ابو داؤد علی حدیث یحیی بن ابی طالب** یعنی امام ابوداؤد نے یحییٰ بن ابی طالب کی روایت پر لکیر کھینچ دی۔

ملاحظہ فرمایا کہ ایک ہی سند میں اتنے ضعیف راوی ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدث نیموی نے اس اثر کے متعلق لکھا ہے **اسنادہ لیس بقوی** یعنی اس کی اسناد قوی نہیں ہیں (آثار السنن صفحہ ۸۹)

اس کے باوجود حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ دعوی فرماتے ہیں کہ یہ اثر اس باب میں صحیح ترین اثر ہے **واصح اثر روی فی ھذا الباب اثر سعید بن جبیر** (بیہقی شریف جلد نمبر۲ صفحہ ۳۱)

اس دلیل کے متعلق دوسری گزارش یہ ہے کہ اہل مطالعہ پر بالکل واضح ہے یہ بات کہ حضرت سعید بن جبیر کا مسلک ہاتھ باندھنا ہے ہی نہیں بلکہ وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں ان کی شدت کا عالم درج ذیل روایت سے ملاحظہ فرمایئے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر۱ صفحہ ۳۹۲ پر اس طرح روایت ہے **حدثنا یحیی بن سعید عن عبداللہ بن العیزار قال کنت اطوف مع سعید بن جبیر فرای رجلا یصلی واضعا احدی یدیہ علی الاخری ھذہ علی ھذہ و ھذہ علی ھذہ فذھب ففرق بینھما ثم جاء** یعنی عبداللہ بن عیزار کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا فوراً اس کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھ چھڑوا دیئے پھر واپس آئے۔

ملاحظہ فرمایا کہ حضرت سعید بن جبیر طواف کو چھوڑ کر اس شخص کو ہاتھ چھڑانے پہنچ گئے۔

اس سند میں حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ ہیں، یحیی بن سعید ہیں اور عبداللہ بن عیزار کوئی ایک راوی بھی مجروح عند المحدثین نہیں ہے کتب رجال میں تحقیق کر کے دیکھ لیں۔

جب کہ بیہقی شریف میں جو حضرت سعید بن جبیر کا ہاتھ باندھنا ناف پر مذکور ہوا انتہائی انتہائی ضعیف ہے اور پھر اس کی کوئی تائید ہی نہیں ملتی کہ ہم اس کی طرف کوئی توجہ

کریں۔ پھر بیہقی شریف کا یہ اثر صحیح ترین کیسے بن گیا؟ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے میں اگر صحیح ترین اثر (بقول امام بیہقی) یہ ہے (تو باقی کا قیاس کس پر کریں؟)

مزید امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی جگہ فرمایا ہے **وکذلک قالہ ابو مجلز لاحق بن حمید** یعنی ابو مجلز لاحق بن حمید نے اسی طرح فرمایا ہے (کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں) حالانکہ ہم باب دوم میں واضح کرچکے ہیں کہ ابو مجلز کا مذہب یہ نہیں ہے بلکہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ پر صحیح سند کے ساتھ ضروری ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی نے یہاں کوئی سند ذکر نہیں کی بلکہ صرف ذکر کر کے خاموش ہوگئے ہیں۔

دلیل چہارم

حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمتہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۴ پر فرمایا ہے کہ **ورای بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ** چونکہ ہم ضمیر کا مرجع صحابہ کرام و تابعین کرام ہیں لہٰذا امام ترمذی واضح یہ کرنا چاہتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک جماعت ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے لیکن نہ تو امام ترمذی علیہ الرحمتہ نے کوئی حدیث پاک یا اثر ذکر فرمایا نہ ہی دیگر علمائے شافعیہ نے دلیل اول میں حضور نبی کریم ﷺ کا ضعیف سند سے عمل پیش ہوا لیکن وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے ناکہ ناف کے اوپر اور سینے سے نیچے۔

دلیل ثانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ناف سے اوپر ذکر ہوا لیکن .سند ضعیف اور پھر اس کی تائید حضرت علی کے کسی شاگرد یا کسی دوسرے صحابی کے عمل سے نہیں ہوتی۔

دلیل ثالث میں حضرت سعید بن جبیر کا اثر مروی ہوا مگر وہ بھی انتہائی ضعیف ہے اور پھر یہ کہ ان کا مسلک ہی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا ہے۔

دلیل رابع امام ترمذی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے مگر کسی ایک صحابی یا تا.جی کا عمل .سند صحیح ثابت نہیں ہوسکا۔

بلکہ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی دونوں طرف بات کو ڈال دیا ہے فرماتے ہیں **وکل ذلک واسع عندھم** یعنی دونوں طرف دلائل ہیں لہٰذا دونوں صحیح ہیں۔ (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۵)

شوافع کے دلائل کی کمزوری اس وقت بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے جب ہم اس بات پر غور

کرتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی وغیرہ تمام شافعی المسلک ہیں اور بہت سرگرم علمائے شافعیہ ہیں مگر ایک بھی حدیث پاک یا اثر مسلک شافعی پر اپنی کتب میں بیان نہیں کرسکے ہیں۔

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ نے شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر اپنا مذہب مسئلہ مذکورہ میں بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ **وبہ قال الجمھور** یعنی جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

اگر جمہور سے مراد امت کے جمہور علماء ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے اس پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا دراصل یہاں جمہور سے مراد مسلک شافعی کے جمہور علماء ہیں کیوں کہ شوافع میں سے کچھ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول کیا ہے لہٰذا امام نووی شافعی علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ **ویجعلھما تحت صدرہ و فوق سرتہ ھذا مذھبنا المشھور و بہ قال الجمھور** یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر باندھے اور یہی ہمارا مشہور مذہب ہے اور یہی جمہور علماء (شافعیہ) نے فرمایا ہے (شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳)

باب چہارم

(قیام میں ہاتھ چھوڑنے کا بیان)

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے دو روایت ہیں ایک تو امام شافعی کے موافق ہے یعنی ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے جب کہ دوسری ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی روایت ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے (رحمتہ الامہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲)

ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے دلائل اور ان کا تجزیہ بیان ہوچکا ہے لہٰذا اب یہاں ہم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے دلائل اور ان کا جائزہ لیتے ہیں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے **موطا امام مالک** تالیف فرمائی ہے اور حدیث پاک کی سب سے پہلی باقاعدہ یہی کتاب ہے مگر امام مالک نے اپنی اس کتاب میں نہ تو اس مسئلہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اس پر کوئی حدیث پاک یا اثر ذکر فرمایا ہے۔

جہاں تک ہماری معلومات ہیں مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ پر امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے پانچ روایات ذکر فرمائی ہیں کسی ایک روایت میں آقا نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک کی کوئی روایت نہیں ہے نا ہی اجلہ صحابہ کرام سے کوئی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

پہلی روایت میں حسن و مغیرہ ابراہیم سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی روایت ذکر کر رہے ہیں مگر اس کی سند میں ہشیم ہیں جن کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۲۴۹ پر علامہ امام ذہبی ائمہ حدیث کے فرمانات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں **قلت لا نزاع فی انہ کان من الحفاظ الثقات الا انہ کثیر التدلیس فقد روی عن جماعۃ لم یسمع منھم** یعنی وہ بے شک ثقات حفاظ سے تو ہیں مگر کثرت سے تدلیس کرتے ہیں انہوں نے ایک پوری جماعت سے روایت کی مگر ان سے حدیث پاک کا سماع کیا ہی نہیں یعنی بلا سماع ہی ان سے روایت کر دیتے ہیں۔
تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۱ صفحہ ۶۰ پر ہے ابو عبید الحداد کہتے ہیں **قدم علینا ہشیم البصرۃ فذکرناہ لشعبۃ فقال ان حدثکم عن ابن عباس و ابن عمر فصدقوہ** یعنی ہمارے پاس بصرۃ میں ہشیم تشریف لائے تو ہم نے ان کا ذکر حضرت شعبہ سے کیا' انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ ابن عباس و ابن عمر سے روایت کریں تو تصدیق کرنا (یعنی باقی میں نہیں)
طبقات ابن سعد جلد نمبر۷ صفحہ ۳۱۳)
یدلس کثیرا فما قال فی حدیثہ انا فھو صحیحۃ وما لم یقل فلیس بشئ یعنی وہ کثرت سے تدلیس کرتے تھے جس روایت میں انا کہیں وہ صحیح ہے باقی کی کوئی حیثیت نہیں۔
امام احمد ابن حنبل نے اس جماعت محدثین کے نام گنوائے ہیں جن سے ہشیم روایت کرتے ہیں بغیر سماع کے (تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۱ صفحہ ۶۲ ملاحظہ فرمائیں) اسی روایت میں دوسرے راوی یونس بن ابو اسحاق ہیں جو حسن و مغیرہ سے یہاں روایت کر رہے ہیں ان کے بارے میں تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۱ صفحہ ۴۳۴ پر ہے کہ علی بن المدینی کہتے ہیں **سمعت یحیی و ذکر یونس بن ابی اسحاق فقال کانت فیہ غفلۃ شدیدۃ** یعنی یحیی کہتے ہیں کہ یونس میں غفلت شدیدہ تھی آگے ہے کہ **قال لاثر سمعت احمد یضعف حدیث یونس عن ابیہ** کہ امام احمد بن حنبل یونس کی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف بتاتے تھے۔
مزید امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یونس کے بارے میں فرمایا کہ **عن ابیہ حدیث مضطرب** یعنی اس کے باپ کی روایت والی حدیث مضطرب ہوتی ہے **قال الساجی صدوق و ضعفہ بعضھم** یعنی ساجی نے کہا کہ اگرچہ وہ صدوق ہیں لیکن بعض نے ان کو ضعیف بھی بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد نمبر۱۱ صفحہ ۴۳۴)
دوسری روایت حضرت ابن زبیر کے بارے میں' تیسری ابن سیرین' چوتھی ابن مسیب اور

پانچویں سعید بن جبیر (رحمتہ اللہ علیہما) کے متعلق ہے کہ یہ چاروں بزرگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ ان میں ابن زبیر صحابی ہیں جب کہ ابن سیرین' ابن مسیب اور ابن جبیر تابعی ہیں۔
اب ان تمام روایات کے متعلق ہماری درج ذیل گزارشات ہیں جن میں آپ کے لئے دعوت فکر ہے۔
(۱) اس سلسلے میں آقا نبی کریم ﷺ سے جو روایات ہمیں ملتی ہیں وہ سب کی سب ہاتھ باندھنے کی ہیں ایک روایت بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی نہیں ہے۔
تفصیل کے لئے ذیل میں ہم کتابوں کے حوالہ پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرما لیئے جائیں۔
(۱) بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۰۲ (۲) مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ (۳) ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۳ (۴) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۴۱ (۵) ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ (۶) ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۹ (۷) سنن دارمی جلد اول صفحہ ۳۱۴ (۸) مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ (۹) بیہقی شریف جلد نمبر۲ صفحہ ۲۸ تا ۳۱ (۱۰) مسند امام احمد ابن حنبل جلد نمبر صفحہ (تلک عشرۃ کاملۃ) (تمام روایات آئندہ باب میں مکمل تفصیل سے آرہی ہیں)
اب رہ گئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما تو خوب یاد رکھ لیجئے کہ ان کا مسلک بھی ہاتھ باندھ کر ہی نماز پڑھنا ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ پر موجود ہے **عن زرعۃ بن عبدالرحمن قال سمعت ابن الزبیر یقول صف القدمین و وضع الید علی الید من السنۃ** یعنی ابن زبیر فرماتے ہیں کہ نماز میں قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ باندھنا سنت ہے۔
بہرحال تمام صحابہ کرام اور خود نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک نماز میں ہاتھ باندھنا ہے اجلہ تابعین سے بھی یہی مروی ہے۔
لہذا اتنے دلائل قویہ کی روشنی میں فقط حضرت ابن سیرین ابن مسیب اور ابن جبیر (رحمتہ اللہ علیہ) کے عمل پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے۔

(غیر مقلدین کا موقف اور دلائل)

(مع جائزہ دلائل)

(سینے پر ہاتھ باندھنا)

مسئلہ وضع الیدین میں اہلحدیث کا موقف ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں قرون اولی میں

ہمیں یہ موقف نہیں ملتا ہے کچھ شافعی حضرات نے یہ موقف اپنایا مگر جمہور علمائے شافعیہ نے اس کی تردید کی چنانچہ شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر علامہ نووی شافعی کی عبارت **هذا لمذهبنا المشهور و به قال الجمهور** ہم گذشتہ ابواب میں نقل کر چکے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۴ پر علمائے متقدمین کے مسلک پر اس طرح گفتگو فرمائی **ورای بعضهم ان یضع فوق السرة و رای بعضهم ان یضع تحت السرة** یعنی بعض کی رائے فوق السرۃ کی ہے اور بعض کی تحت السرۃ کی ہے معلوم ہوا امام ترمذی علیہ الرحمہ تک تو اس مسلک کا نام و نشان نہیں تھا۔

بہرحال غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی کافی شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جھوٹ جیسی قبیح حرکت سے بھی باز نہیں آتے۔ مسئلہ وضع الیدین کے سلسلہ میں جب ہم نے غیر مقلدین کی کتابیں دیکھیں اور ان کے دیئے ہوئے حوالہ جات کی تفتیش کی تو جو نتیجہ درج ذیل برآمد ہوا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) غیر مقلدین نے صحیح ابن خزیمہ سے ایک حدیث پاک دلیل بنائی ہے (اس پر تفصیلی گفتگو تم ہم انشاء اللہ تعالیٰ دلائل کے ضمن میں کریں گے) اس کی سند فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۴۴۳ پر غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اس طرح بیان فرماتے ہیں (اور ساتھ یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے) **عن عفان عن همام عن محمد بن حجلوة عن عبدالجبار بن وائل عن علقمه بن وائل و مولی لهم عن ابیه** ویسے انتہائی عجیب بات ہے کہ حدیث موجود ہو صحیح ابن خزیمہ میں ذکر کریں ابن خزیمہ اور سند ذکر کریں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اور وہ بھی ان کے خیال میں اور وہ بھی بظاہر خدا کے بندو **اصل** کتاب دیکھو اور اس کی سند دیکھو اگر دیگر دلائل کے مقابلہ میں وزنی ہے تو ضرور عمل بھی کرو تبلیغ بھی کرو مزید حضرت ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے **ثم وضع یده الیمنی علی الیسری** جلد اول صفحہ ۱۷۳ یعنی بیان فرما رہے ہیں کہ مسلم شریف کی فلاں جلد فلاں صفحہ پر یہی سند موجود ہے یعنی اصل معاملہ کا اقرار بھی ہے اور پردہ بھی ڈالا جا رہا ہے۔

بہرحال یہ حضرت ثناء اللہ صاحب امرتسری اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی انتہائی غلط بیانی ہے یہ انہوں نے مسلم شریف کی سند اس حدیث کے ساتھ چسپاں کر دی ہے اصل میں صحیح ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۴۳ پر یہ حدیث مع سند اس طرح ہے **اخبرنا ابو**

طاهر نا ابوبکر نا ابو موسی نا مومل نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل ابن حجر قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یده الیمنی علی الیسری علی صدره (صحیح ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۴۳)

اس مسئلہ میں یہ پہلا جھوٹ ہماری نظروں میں آیا غیر مقلدین کی طرف سے خدا کے بندے یہ جھوٹ گھڑتے ہوئے اتنا تو سوچ لیتے کہ عفان سے ابن خزیمہ کی ملاقات اور سماع ثابت بھی کر سکو گے یا نہیں؟

عفان کا پورا نام عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار ہے بصرہ میں پیدا ہوا بغداد میں ۲۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۸)

اور طبقات ابن سعد جلد نمبر ۷ صفحہ مذکورہ پر ہی ہے کہ ... **کلفه ولد سنه اربع و ثلاثین و مائة** یعنی عفان ۱۳۴ھ میں پیدا ہوا اور شیخ الاسلام ابن خزیمہ علیہ الرحمہ تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۳۰ پر ہے کہ **ولد سنه ثلاث و عشرین و مائتین** یعنی ابن خزیمہ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی اب دیکھئے کہ عفان کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی جب کہ ابن خزیمہ ۲۲۳ھ تین سال بعد پیدا ہو رہے ہیں تو انہوں نے ان سے روایت کیسے کر لی؟

یہ ہے اہلحدیث کے شیخ الاسلام اور حضرت مبارکپوری کی نظر رجال حدیث پر اور یہ شیوخ اسلام ایسے ہیں تو طبقہ خادمین کا عالم کیا ہوگا؟

(۲) فتاوی ثنائیہ میں فرقہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام جناب ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں اور فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۱ پر بھی فرمایا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروحات میں بکثرت ہیں۔

(۳) مزید مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۴۵۷ پر فرماتے ہیں نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آتی ہے یہ بھی غلط ہے کیوں کہ بخاری شریف میں تو کوئی ایسی حدیث پاک نہیں ہے۔

(۴) غیر مقلدین کے مشہور مناظر حضرت ابو خالد نور حسین گرجاکھی اپنی کتاب "اثبات رفع الیدین" کے صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث وائل بن حجر مسلم شریف جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۷۳، ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۹۳، ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۶۲، دار قطنی جلد اول صفحہ ۱۱۸، داری جلد اول صفحہ ۱۰۷، مسند احمد جلد اول صفحہ ۱۴۷ اور مشکوۃ شریف پر موجود ہے علامہ گرجاکھی نے احادیث پاک کی مشہور کتابوں کے صفحہ تک ذکر فرمائے ہیں مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کتابوں میں کوئی ایسی حدیث پاک نہیں ہے آپ کو بھی دعوت عام ہے کہ یہ کتابیں ہر

جگہ ملتی ہیں، کوئی نایاب نہیں ہیں آپ دیکھ لیں کہ کہیں اس بات کا ان کتابوں میں نام و نشان بھی ہے؟

(۵) غیر مقلدین کے حضرت علامہ الحاج الحافظ فرخ بن عیاض برنی نے فتاوی حنفیہ صفحہ ۳ پر فرمایا ہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۲۵، شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۹۳ پر ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے لیکن جناب ہرگز، ہرگز نہ تو یہ بات ہدایہ میں ہے نا ہی شرح وقایہ میں۔

(۶) مزید فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۵ لیکن یہ بات بھی ہدایہ شریف میں ہرگز نہیں ہے، یہ محض غلط بیانی ہے (ہدایہ اور شرح وقایہ فقہ حنفی کی نہایت مستند اور معتبر کتابیں ہیں)

(۷) فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۴ پر فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۲۸۳ کے حوالہ سے یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں حضرت شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری عمدۃ القاری کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حنفیوں کے مشہور علامہ عینی حنفی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے **ویستدل لعلمائنا الحنفیہ بدلائل غیر وثیقہ** یعنی ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔

حالانکہ اللہ پاک جانتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کا یہ انتہائی غلیظ جھوٹ ہے عمدۃ القاری میں ایسی ہرگز کوئی عبارت نہیں ہے۔

(۸) مشہور غیر مقلد عالم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب "صلوۃ الرسول" کے صفحہ ۱۹۰ پر فرماتے ہیں۔

"دیکھو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مذکورہ **حدیثوں** کی تائید میں فرماتے ہیں **وضعوا الیمین علی الشمال فوق السرۃ** (میرے مریدو!) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر (سینے پر) باندھو، (غنیہ الطالبین)

(صلوۃ الرسول صفحہ ۱۹۰)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ترجمہ کرتے وقت حضرت سیالکوٹی نے سینے پر کے الفاظ زیادہ کر دیئے ہیں کیا آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت میں "علی الصدر" کے الفاظ نظر آرہے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ترجمے میں "سینے پر" کیوں زیادہ کر دیا ہے؟

ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ حنبلی المسلک ہیں اور ایک روایت کے مطابق ان کا مسلک ناف کے اوپر اور سینے سے نیچے کا ہے جیسا باب اول میں باحوالہ گزر چکا ہے تو یہاں ناف کے اوپر فرمایا یعنی سینے سے نیچے مسلک حنبلی کی ایک روایت

حکم صحت حدیث مرقوم ہے۔

حضور سیدی و سندی مفتی اعظم خانیوال کی لائبریری میں بلوغ المرام کا نسخہ مطبوعہ "نور محمد اصح المطابع کراچی" موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۵۳ پر یہ حدیث پاک موجود ہے مگر یہاں بھی وہ چیز نہیں ہے جو حضرت شیخ الاسلام امرتسری صاحب فرما گئے ہیں۔ لہٰذا حضرت امرتسری صاحب کے تبرکات میں ان کے اس دعوی کا بھی اضافہ و اندراج فرمالیجئے۔

بہرحال ہم اس دلیل پر اپنی گزارشات عرض کرتے ہیں۔

(۱) اس روایت کے متعلق علامہ نیموی فرماتے ہیں **فی اسنادہ نظر و زیادۃ علی صدرہ غیر محفوظہ** یعنی اس روایت کی اسناد صحیح نہیں جب کہ علی صدرہ کے الفاظ بھی زیادہ کئے گئے ہیں جو کہ غیر محفوظ ہیں (آثار السنن صفحہ ۸۴)

(۲) علامہ علی بن عثمان ماردینی نے الجوہر النقی علی البیہقی جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۰ پر اس روایت پر شدید تنقید کی ہے اور اس کے رواۃ پر محدثین کرام کے حوالہ سے جرح کی ہے۔

یہ تو تھی علمائے فن حدیث کا تبصرہ اس روایت پر۔ اب اس روایت کے متعلق ہماری چند گزارشات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اس روایت کی سند صحیح ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۴۳ پر اس طرح ہے۔

اخبرنا ابو طاھر نا ابوبکر نا ابو موسی نا مومل نا سفیان عن عاصم ابن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر الخ

اس روایت میں "مومل بن اسمٰعیل" موجود ہے جس کے متعلق محدثین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸۱ پر ہے۔

(۱) **قال ابو حاتم کثیر الخطاء** یعنی ابو حاتم اسے کثیر الخطاء قرار دیتے ہیں۔

(۲) **قال البخاری منکر الحدیث** یعنی امام بخاری اسے منکر الحدیث قرار دیتے ہیں۔

(۳) **قال ابو داؤد انہ یھم فی شیء** یعنی اسے وہم ہو جاتا ہے۔

(۴) **دفن کتبہ فکان یحدث من حفظہ فکثر خطاءہ** یعنی اپنی کتابیں دفن کر کے حافظہ سے حدیث پاک بیان کرتے تھے اور کثرت سے غلطیاں کرتے تھے۔

(۵) **قال ابن حبان فی الثقات اکثر اخطاءہ** یعنی ابن حبان نے کہا کہ ثقات میں کثیر الخطاء ہے۔

(۶) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں **قد یجب علی اھل العلم ان یتقوا عن حدیثہ فانہ یروی المناکیر عن ثقات شیوخہ** یعنی اہل علم اس کی روایات سے بچیں وہ اپنے ثقہ شیوخ سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔

(۷) قال الساجی کثیر الخطاء وله اوهام یعنی وہ کثیرا لخطاء ہے اور اسے وہم پڑتے ہیں۔
(۸) قال ابن سعد "کثیر الغلط" یعنی کثیرا لغلط ہے۔
(۹) قال ابن قانع یخطی یعنی وہ خطا کرتا ہے۔
(۱۰) قال الدار قطنی "کثیر الخطاء" یعنی کثیرا لخطاء ہے۔
(۱۱) قال محمد بن نصر المروزی المؤمل اذا انفرد بحدیث وجب ان یتوقف و یتثبت فیه لانه کان سیئ الحفظ کثیر الغلط یعنی جب وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو اس سے بچیں کیوں کہ وہ حافظہ کا خراب اور کثرت سے خطائیں کرنے والا ہے جائیے جناب اکہ جس روایت میں ایسا راوی موجود ہے وہ صحیح کس طرح ہوگئی ہے؟
اس روایت میں دوسرے راوی "عاصم ابن کلیب" ہیں جن پر خود غیر مقلدین رفع الیدین کے باب میں شدید جرح کرتے ہیں (اب بتائیے کہ کیا یہ سند اس قابل ہے کہ کوئی توجہ کی جائے یا کم از کم اسے صحیح کہا جائے؟
(۲) دوسری گزارش یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر سے مروی درج ذیل روایت پر نظر ڈالیں "علی صدرہ" کے الفاظ کہیں نظر نہیں آئیں گے۔
(۱) صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر حضرت وائل بن حجر سے اس طرح یہ روایت ہے "علی صدرہ" کے الفاظ کے بغیر
حدثنا زهیر بن حرب قال نا عفان قال نا همام قال نا محمد بن جحادة قال حدثنی عبدالجبار بن وائل عن علقمه بن وائل و مولی لهم انهما حدثاه عن ابیه علی الیسری الخ
(۲) ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۴ پر وائل بن حجر کی حدیث کا ذکر کیا لیکن اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔
(۳) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۴۱ پر ہے اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبدالله عن موسی بن عمیر العنبری وقیس بن سلیم العنبری قالا حدثنا علقمه بن وائل عن ابیه قال رایت رسول الله ﷺ اذا کان قائما فی الصلوۃ قبض بیمینه علی شماله اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔
(۴) ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۹ پر ہے حدثنا علی بن محمد ثنا عبدالله بن ادریس ح و حدثنا بشر بن معاذ الضریر ثنا بشر بن المفضل قالا ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل ابن حجر قال رایت النبی ﷺ یصلی فاخذ شماله بیمینه اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔
(۵) بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۲۸ پر ہے اخبرنا ابو الحسن بن الفضل القطان ببغداد انباء

عبدالله بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا قام فی الصلوۃ قبض علی شماله بیمینه اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔
(۶) سنن دارمی جلد اول صفحہ ۳۳۳ پر اس طرح ہے اخبرنا ابو نعیم ثنا زهیر عن ابی اسحق عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه رایت رسول الله ﷺ یضع یده الیمنی علی الیسری قریبا من الرسغ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مندرجہ بالا تمام روایات میں بھی اور مسند احمد میں عبداللہ بن ولید عن سفیان عن عاصم بن کلیب اور ابوداؤد شریف میں بشر بن المفضل عن عاصم بن کلیب اور نسائی شریف میں زائدۃ عن عاصم بن کلیب علاوہ ازیں امام احمد نے عبدالواحد اور زہیر بن معاویہ اور شعبہ عن عاصم بن کلیب کے طریقے سے روایات کی ہیں ان میں بھی "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ زیادتی مومل بن اسمٰعیل ہی سے مروی ہے۔
علامہ نیموی علیہ الرحمہ تعلیق الحسن صفحہ ۸۴ پر فرماتے ہیں وقد نص ابن القیم فی اعلام الموقعین لم یقل علی صدرہ غیر مومل بن اسمعیل فثبت انه متفرد فی ذلک، یعنی علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں واضح طور پر کہا ہے کہ "علی صدرہ" کی زیادتی مومل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے نہیں کی جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس روایت میں منفرد ہے۔
بالکل واضح ہو چکا ہے کہ مومل بن اسماعیل ہی سے "علی صدرہ" کے الفاظ روایت کیے جا رہے ہیں اب آیا کہ یہ الفاظ قابل قبول ہیں محدثین کرام کے نزدیک یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے فقط زیادۃ علی مروی الثقات کہا جائے یا روایت شاذہ قرار دیا جائے دونوں صورتوں کا حکم ہم واضح کر دیتے ہیں۔
امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح المتوفی ۶۴۳ھ نے شہرہ آفاق کتاب مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۴۰ پر عنوان دیا النوع السادس عشر معرفة زیادات الثقات و حکمها یہی عنوان علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اپنی کتاب تقریب جلد اول صفحہ ۲۴۵ پر دیا "ڈاکٹر محمود طحان نے اپنی کتاب تیسیر مصطلح الحدیث صفحہ ۱۳۷ پر "زیادات الثقات" کا عنوان قائم کیا ہے۔
آپ نے غور فرمایا کہ یہاں "ثقات" کی زیادتی الفاظ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جب کہ مومل بن اسمٰعیل ثقہ نہیں ہیں ان کے بارے میں محدثین کرام کی آراء گزر چکی ہیں دوبارہ ملاحظہ فرمالی جائیں۔
مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۴۰ پر علامہ ابن الصلاح نے مذکورۃ زیادتی الفاظ کی تین اقسام ذکر کی ہیں اور بیان فرمایا ہے کہ

(۱) ان یقع مخالفا منافیا لما رواه سائر الثقات فهذا حکمه الرد کما سبق فی نوع الشاذ یعنی اگر ثقہ منفرد کی روایت باقی ثقات کی روایت کے مخالف و منافی ہوگی تو مردود ہوگی۔

(۲) ان لا یکون فیه منافاة و مخالفه اصلا لما رواه غیره کالحدیث الذی تفرد بروایه جملة ثقه ولا تعرض فیه لما رواه الغیر بمخالفه اصلا فهذا مقبول و قد ادعی الخطیب فیه اتفاق العلماء علیه یعنی اگر ثقہ منفرد کی روایت (جس میں وہ متفرد) باقی ثقات کی روایت کے منافی و مخالف نہ ہو تو پھر یہ روایت مقبول ہوگی اور خطیب ابوبکر نے علماء کے اتفاق کا اس میں دعوی کیا ہے۔

(۳) ما یقع بین هاتین المرتبتین مثل زیادة لفظه فی حدیث لم یذکرها سائر من روی ذلک الحدیث.... فلاخذبها غیر واحد من الائمه واحتجوا بها فهم الشافعی و احمد رضی الله عنهم یعنی تیسری قسم وہ ہے جو پہلے دونوں مرتبوں کے درمیان ہے متعدد ائمہ اسے دلیل بناتے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل پر ہی باقی محدثین و ائمہ اصول نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ و علامہ امام نووی متوفی ۶۷۶ھ و ڈاکٹر محمود طحان نے اپنی اپنی کتب میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

پوری بحث سے واضح یہی ہو رہا ہے کہ زیادتی الفاظ کے متعلق درج ذیل شرائط ہیں تب وہ مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔

(۱) وہ زیادتی الفاظ ثقہ راوی روایت کرے۔

(۲) دیگر ثقات رواۃ کی مرویات کے منافی و مخالف و متعارض نہ ہو۔ غیر مقلدین کی دلیل اول میں مومل بن اسمٰعیل خود بھی ثقہ نہیں ہے اور پھر باقی تمام ثقات کی روایت کے خلاف روایت کر رہا ہے لہذا مردود ہے اور غیر مقبول ہے۔

اور دیگر اس روایت پر حکم شذوذ لگایا جائے جیسا کہ علامہ نیموی نے تعلیق الحسن صفحہ ۸۴ پر حکم شاذ لگایا ہے تو اس کے متعلق بھی ملاحظہ فرمایئے **اذا انفرد الراوی فنظر فیه فان کان ما انفرد به مخالفا لما رواه من هو اولی منه بالحفظ لذلک و اضبط کان ما انفرد به شاذا مردودا** یعنی جب راوی منفرد ہو اپنی روایت میں تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اپنے سے زیادہ حفظ و ضبط والے کے خلاف ہو شاذ و مردود ہوگی اس کی روایت (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۷ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

بہرحال یہ روایت شاذہ ہو یا مبنی بر زیادت ہو کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔

اس روایت کے متعلق ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث صحیح کی تعریف محدثین کرام نے یہ کی ہے۔

(۱) اما الحدیث الصحیح فهو الحدیث المسند الذی یتصل اسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتهاه ولا یکون شاذا ولا معللا (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۸)

(۲) الصحیح .... وهو ما اتصل سنده بالعدول الضابطین من غیر شذوذ ولا علة (تقریب النواوی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۶۳)

(۳) الصحیح ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله الی منتهاه من غیر شذوذ ولا علة (تیسیر مصطلح الحدیث صفحہ ۳۳)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، کل راوی عادل اور کامل الضبط ہوں اور وہ حدیث شاذ و معلل بھی نہ ہو۔

لیکن غیر مقلدین حضرات تمام قواعد و ضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پھر بھی اس روایت کو "حدیث صحیح" قرار دیتے ہیں جب کہ مومل بن اسماعیل میں صحیح کے راویوں کی شرائط نہیں ہیں پھر علمائے حدیث اسے معلل بھی کہہ رہے ہیں مزید یہ کہ یہ ہے بھی شاذ اب بتایئے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

ایک اہم سوال

احناف کی دلیل اول بھی پھر شاذ ہے کیوں کہ جس طرح "علی صدرہ" کے الفاظ روایت ثقات پر زیادہ ہیں اسی طرح "تحت السرة" کے الفاظ بھی دیگر ثقات نے روایت نہیں کئے ہیں لہذا یہ روایت بھی مردود ہوگی۔

جواب

مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ کے حوالہ سے جو حدیث پاک پیش کی گئی اس کے تمام کے تمام راوی از اول تا آخر ثقہ اور ائمہ فن ہیں۔ اس روایت میں "تحت السرة" کے الفاظ دیگر ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف و منافی نہیں ہے نہ ہی متعارض ہے بلکہ یہ تو مفسر ہے اور پھر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل اس کا موید ہے۔

بالفرض اگر اسے شاذ قرار بھی دے دیا جائے پھر بھی مقبول ہی ہے کیوں کہ مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۷، تقریب النواوی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۲۳۵ پر ہے **فان کان عدلا حافظا موثوقا بضبطه کان تفرده صحیحا** یعنی جب حدیث شاذ کا راوی عادل حافظ ثقہ ہو تو اس کا انفراد صحیح ہوگا اور روایت مقبول ہوگی علامہ امام نووی فرماتے ہیں **واما روی العدل الضابط المتقن حدیث انفرد به فمقبول بلا خلاف نقل الخطیب البغدادی اتفاق العلماء علیه** (مقدمہ شرح نووی علی المسلم) یعنی جب عادل ضابط اور متقن راوی منفرد ہو تو اس کی روایت منفردہ

مقبول ہے خطیب بغدادی نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔
اسی بات کو الشیخ المحقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے ذرا مختلف الفاظ سے مقدمہ فی بیان مصطلحات علم الحدیث صفحہ ۴۳ پر ذکر فرمایا ہے۔
اس اعتراض کا جواب ہم آخر میں خود ایک غیر مقلد عالم خواجہ محمد قاسم صاحب کی زبانی عرض کرتے ہیں وہ اپنی کتاب "تین طلاقیں" مطبوعہ ادارہ احیا السنہ گرجاکھ کے صفحہ ۴ پر رقم طراز ہیں اور اپنی تائید میں بڑی شد و مد سے پیش فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **ولیس الشاذ ان ینفرد الثقة بروایة الحدیث بل الشاذ ان یروی خلاف ماروِاہ الثقات** یعنی شاذ روایت وہ نہیں ہوتی جس میں کوئی ثقہ راوی منفرد ہو بلکہ وہ ہوتی ہے جس میں راوی ثقات کی مخالفت کرے۔ (ترجمہ عندہ ایضا)
جب خود اقرار ہے کہ ثقہ کا انفراد سبب شد و مد نہیں ہے چنانچہ ہماری دلیل کے تمام راوی ثقات ہیں لہذا شاذ نہ ہوئی جب شاذ نہیں تو مردود بھی نہیں
بہرحال احناف کی دلیل اول اپنی جگہ بہت مضبوط اور قائم ہے ایک دلچسپ بات اور بھی ہے کہ اس روایت میں مومل بن اسمٰعیل سفیان سے روایت کر رہے ہیں جب کہ سفیان کا اپنا مسلک "**وضع الیدین تحت السرة**" ہے جیسا کہ شرح المنتقی جلد دوم صفحہ ۷۸ پر مرقوم ہے اسی طرح علامہ بنوری نے معارف السنن جلد نمبر۲ صفحہ ۴۳۸ پر بھی ذکر کیا ہے۔

دلیل دوم

مسند احمد کی درج ذیل روایت بھی غیر مقلدین پیش کرتے ہیں **حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یحیی بن سعید عن سفیان قال حدثنا سماک عن قبیصہ بن ہلب عن ابیہ رضی اللہ تعالی عنہ قال رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینہ و عن یسارہ و رایتہ یضع ہذہ علی صدرہ و وصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل** یعنی حضرت ہلب روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ دائیں اور بائیں پھرتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سینے مبارک پر رکھا کرتے تھے یحیی بن سعید نے یوں طریقہ بیان کیا کہ دائیں کو بائیں پر کلائی کے اوپر۔
اس روایت کی سند میں سماک بن حرب ہیں جن کے متعلق محدثین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں میزان الاعتدال جلد نمبر۲ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴ سے نقل کیا جارہا ہے۔
(۱) **روی ابن المبارک عن سفیان انہ ضعیف** یعنی ابن مبارک نے سفیان سے روایت کیا کہ سماک ضعیف ہے۔

(۲) **قال جریر الضبی اتیت سماکا فرایتہ یبول قائما** یعنی جریر الضبی کہتے ہیں کہ میں سماک کے پاس آیا تو وہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا **فرجعت ولم اسئلہ** پس میں لوٹ گیا اور اس سے سوال نہیں کیا۔
(۳) **روی احمد بن ابی مریم عن یحیی کان شعبہ یضعفہ** یعنی شعبہ سماک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔
(۴) **قال احمد سماک مضطرب الحدیث** یعنی امام احمد بن حنبل سماک کو مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔
(۵) **یعقوب بن شیبہ** کہتے ہیں **لیس من المثبتین** یعنی سماک ثبتین میں سے نہیں ہیں۔
(۶) جناد کہتے ہیں کہ ہم سماک بن حرب کے پاس شعر کے بارے میں معلومات کے لئے جاتے تھے اور اصحاب حدیث ان کے پاس روایت حدیث کے لئے لیکن ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ سوال کرو بے شک حدیث والا کام تو بہت ثقیل ہے یعنی یہ صاحب روایت حدیث کو چھوڑ دیتے اور اشعار کی طرف متوجہ ہو جاتے (میزان الاعتدال جلد نمبر۲)
(۷) **قال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن حجة** یعنی جب سماک منفرد ہو تو بالکل حجت نہیں ہے۔
(۸) **قال صالح جزرة یضعف** یعنی سماک کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔
دوسری عرض یہ ہے کہ حضرت ہلب نے دیکھا نماز کے اندر کی کیفیت تو یحیی بیان کر رہے ہیں جو کہ تین واسطوں کے بعد ہیں۔
اور اگر وہی مراد ہے جو غیر مقلدین لیتے ہیں تو مزید عرض ہے کہ امام احمد نے وکیع کے طریقے سے سماک سے روایت کی، دار قطنی نے عبدالرحمٰن بن مہدی کے طریقے سے سماک سے، ترمذی و ابن ماجہ نے ابو الاحوص کے طریقے سے سماک سے مزید امام احمد نے شریک کے طریقے سے عن سماک روایت کی۔ ان سب میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں معلوم ہوا کہ یہ الفاظ اس روایت میں بھی غیر محفوظ ہیں۔ جیسا کہ علامہ نیموی نے آثار السنن صفحہ ۸۷ میں فرما دیا کہ **قولہ علی صدرہ غیر محفوظ**
بہرکیف اس روایت میں ضعف بھی ہے اور علی صدرہ کی زیادتی غیر محفوظ بھی ہے۔

دلیل سوم

مراسیل ابی داؤد کی درج ذیل مرسل روایت بھی دلیل غیر مقلدین ہے **حدثنا ابو توبہ ثنا الہیثم** یعنی ابن حمید عن ثور عن سلیمان بن موسیٰ عن طاؤس **قال کان النبی ﷺ یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری ثم یشد بہما علی صدرہ و ہو فی الصلوة** یعنی طاؤس بیان فرماتے ہیں

کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نماز میں دائیں ہاتھ مبارک کو بائیں پر سینے مبارک پر باندھا کرتے تھے۔

پہلی عرض تو یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ حقیقیہ و حکمیہ کے مقابلہ میں روایت مرسلہ قابل التفات نہیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس سند میں سلیمان بن موسیٰ ہیں جن کے بارے میں میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۲۵ پر ہے **قال البخاری عندہ مناکیر** یعنی سلیمان بن موسیٰ کی روایات منکر ہیں **قال ابو حاتم فی حدیثہ بعض الاضطراب** یعنی ابو حاتم نے کہا کہ سلیمان بن موسیٰ کی احادیث میں اضطراب ہوتا ہے **قال النسائی لیس بالقوی** یعنی امام نسائی نے فرمایا کہ وہ قوی نہیں ہے۔
تعلیق الحسن صفحہ ۸۸ پر تقریب کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ **صدوق فقیہ فی حدیثہ بعض لین و ضوعط قبل موتہ** یعنی سلیمان بن موسیٰ صدوق و فقیہ ہے مگر اس کی احادیث میں کچھ اضطراب ہوتا ہے اور آخری عمر میں اس سے غلط واقع ہونے لگ گیا تھا۔
بہرحال یہ روایت بھی ناقابل استدلال و التفات ہے۔

دلیل چہارم

بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر حضرت وائل بن حجر سے روایت بیان کی گئی ہے جس میں علی صدرہ کے الفاظ ہیں لیکن اس میں عبدالجبار بن وائل اپنی والدہ سے روایت کر رہے ہیں جن کے بارے میں محدثین کرام **لا اعرف حالھا ولا اسمھا** فرماتے ہیں (الجواہر النقی جلد دوم صفحہ ۳۰)

مزید یہ کہ اس روایت میں بھی ضعف شدید ہے کہ اس میں محمد بن حجر الحضرمی ہے جس کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں۔
امام ذہبی فرماتے ہیں **لہ مناکیر** (میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۱۱)
امام بخاری فرماتے ہیں **فیہ بعض النظر** (ایضا)
بہرحال اس روایت پر بھی جرح کی گئی ہے جیسا کہ عرض کر دیا گیا ہے۔

دلیل پنجم

بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر عقبہ بن صہبان روایت کرتے ہیں کہ **ان علیا رضی اللہ تعالی عنہ قال فی ھذہ الایۃ (فصل لربک وانحر) قال وضع یدہ الیمنی علی وسط یدہ الیسری ثم وضعھما علی صدرہ** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ **فصل لربک وانحر** کی تفسیر میں فرماتے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے کے اوپر باندھے سورۃ الکوثر کی مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں

اس قسم کی جتنی بھی روایات ذکر کی گئی ہیں محدثین کرام نے ان پر شدید جرح فرمائی ہے اور انہیں قبول نہیں فرمایا ہے۔
علامہ ابن الترکمانی المعروف ۔ محدث ماردینی المتوفی ۷۴۵ھ نے الجوہر النقی جلد دوم صفحہ ۳۰ پر ارشاد فرمایا **ثم ذکر البیھقی عن علی (رضی اللہ عنہ) انہ قال فی ھذہ الایۃ فصل لربک وانحر قال وضع یدہ الیمنی علی وسط یدہ الیسری ثم وضعھما علی صدرہ قلت تقدم ھذا الاثر فی باب الذی قبل ھذا وفی سندہ و متنہ اضطراب**
یعنی اس روایت کی سند میں بھی اضطراب ہے اور اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔
حافظ ابن کثیر المتوفی سن ھ نے اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۳۰ مطبوعہ صفحہ ۱۱۳ کالم نمبر ۲ (مترجم) میں فرمایا "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غیر صحیح سند سے یہ روایت بیان ہوئی ہے اور ابن ابی حاتم نے بہت منکر حدیث ذکر کی ہے علامہ جلال الدین السیوطی نے بھی بقول صاحب روح المعانی ان روایات پر جرح کی ہے بہرحال یہ روایات ناقابل استدلال ہیں۔
درج ذیل روایات میں غور فرمائیں۔

(۱) بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۷۵ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے **عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال لما نزلت ھذہ الایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبریل ما ھذہ النحیرۃ التی امرنی بھا ربی قال انھا لیست بنحیرۃ ولکنہ یامرک اذا تحرمت للصلوۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت و اذا رکعت و اذا رفعت راسک من الرکوع الخ**
اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین نقل کر رہے ہیں اس آیت پاک کی تفسیر میں اور پچھلی روایت میں حضرت علی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی تفسیر نقل فرمائی۔
(۲) تفسیر طبری جلد نمبر ۳۰ صفحہ ۲۱۰ پر دو روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہیں۔ **عن عقبہ بن ظھیر عن علی رضی اللہ عنہ فصل لربک وانحر وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ** ان روایتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فقط دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنے کی تفسیر فرما رہے ہیں۔
خلاصہ یہ نکلا کہ ہاتھوں کا باندھنا بھی اسی کی تفسیر، رفع یدین بھی اسی کی تفسیر سینے پر ہاتھ باندھنا بھی اسی آیت پاک کی تفسیر سے ثابت۔
اور وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ جن سے کسی ضعیف سند سے بھی مروی نہیں ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہوں۔ باب دوم میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے تلامذہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ جائے غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر سینے پر ہاتھ باندھنے کو حکم قرآنی کہہ کر روایت کرتے تھے تو خود کیوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے؟ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شایان شان ہی نہیں ہے کہ وہ حکم قرآنی کی خلاف ورزی نماز میں ساری عمر شریف فرماتے رہیں۔ اور عقل سلیم بھی متعجب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی علمی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تربیت یافتہ شخصیت کی خدمت میں جب بھی کوئی مسئلہ نماز کے متعلق پیش ہو تو آپ وانحر پڑھ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اسی مسئلہ کا جواب روایت کر دیتے ہوں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) طبری جلد نمبر ۳۰ صفحہ ۲۱۴ واولی ھذہ الاقوال عندی بالصواب قول من قال معنی ذلک فاجعل صلاتک کلھا لربک خالصا دون ماسورہ من الانداد والالھہ وکذلک نحرک راجعلہ لہ دون الاوثان شکرا لہ علی ما اعطاک من الکرامہ والخیر لا کف لہ

(۲) تفسیر کبیر جلد نمبر ۳۲ صفحہ ۱۱۷

(والنحر) واراد بہ التصدق بلحم الاضاحی وھو قول علمہ المفسرین ان المراد ھو نحر البدن

یعنی اس آیت پاک میں جانوروں کی قربانی کرنے کا حکم فرمایا جارہا ہے۔

بہرحال دلیل پنجم کا بھی محدثین و علمائے امت نے اعتبار نہیں فرمایا اور اسے سنداً و متناً مضطرب اور منکر قرار دیا ہے۔

فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۷۷ اور فتاوی علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۵ پر ایک سوال غیر مقلدین کے شیخ الاسلام حضرت ثناء اللہ امرتسری سے کیا گیا ہے ہم وہ سوال و جواب اور اس کے متعلق اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔

سوال : نماز میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھنا کسی معتمد صوفی حنفی کا قول ہے یا نہ؟

جواب : مولوی شاہ نعیم اللہ بہرائچی نے شیخ مرزا مظہر جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے معمولات میں لکھا ہے "دوست را برابر سینہ می بستند و میفرمودند کہ ایں روایت اوجح است از روایات زیر ناف" (مفید الاحناف صفحہ ۴)

جہاں تک سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات درج ہیں وہ تو ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں وہ روایت جو انتہائی ضعیف (ایسی روایت کہ جس کے راوی کے متعلق محدثین کرام کا انکار شدید مروی ہوا) شاذ معلل اور غیر معمول بہا ہے وہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور غیر مقلدین کی تقلید بلکہ اندھی تقلید کا اندازہ بھی فرمایئے کہ ایک ضعیف شاذ' معلل غیر معمول بہا روایت کو

صرف ابن خزیمہ کی تقلید میں صحیح صحیح کی رٹ لگا رکھی ہے اور سر عام اصولوں کا خون کر رکھا ہے۔

اس کے علاوہ جو بھی روایت پیش کی ہے کوئی بھی جرح سے سلامت نہیں ہے اور غیر معمول بھی تو ہے ہی لیکن پھر بھی جناب یہ روایات اوجح ہیں اور باقی مرجوح (فالی اللہ المشتکی)

باقی ہم نے کوئی مفید الاحناف نامی کتاب نہیں دیکھی بلکہ اس حوالہ کے بعد اس کی تلاش کی مگر کسی لائبریری اور مکتبہ سے ہمیں میسر نہیں آئی۔

محدثین کرام کے نزدیک تو جس راوی کا ایک جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے وہ اس کی تمام روایات کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہم تو اس باب کی ابتدا میں حضرت شیخ الاسلام امرتسری کے پے در پے کئی جھوٹ نقل کر چکے ہیں ان کی فتاوی ثنائیہ سے' اگر شیخ الاسلام نے ایک جھوٹ اور بھی ارشاد فرما دیا ہو اپنے مسلک کی حمایت میں تو ان کی شان سے کیا بعید ہے۔

باقی صحیح ابن خزیمہ کی تعریف میں غیر مقلدین کے صفحات تحریر کر دینا ہمارے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا کہ بخاری شریف درجہ اول کی کتاب ہے مگر مسئلہ طلاق ثلاثہ میں اور دیگر کئی مسائل میں حضرات غیر مقلدین بخاری شریف کے ابواب ہضم کر جاتے ہیں یہاں ابن خزیمہ کی کیا مجال۔

اور پھر ابن خزیمہ کی روایت ہم متعدد مرتبہ عرض کر چکے ہیں کہ شاذ بھی ہے معلل بھی ہے اور غیر معمول بہا بھی ہے جب کہ صحیح کی تعریف درج ذیل ہے۔

الصحیح ھو ما اتصل سندہ بالعدول الضابطین من غیر شذوذ ولا علہ

(تقریب النواوی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۶۳)

وعلی ھذا المفھوم تیسیر مصطلح الحدیث صفحہ ۳۳)

(مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۸)

(خلاصہ معروضات)

(۱) ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے پر آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ پر روایت صحیحہ کی رو سے خود ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے قائل و عامل ہیں۔ مزید عبداللہ بن زبیر کی یہی روایت بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر ان کی اپنی سند سے بھی موجود ہے۔

تین تابعین' ابن سیرین' ابن جبیر اور ابن مسیب سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مروی ہے جو کہ

احادیث مرفوعہ اور عمل صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں لائق ترجیح نہیں ہے۔
(۲) ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے پر کوئی روایت ایسی نہیں جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اس موقف کو ثابت کرتی ہو۔ صحابہ کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح اثر اس موقف پر مروی نہیں ہے۔ شوافع کی کتب سے جو دلائل ہمیں اس پر میسر آئے انہیں ہم پیش کر چکے ہیں۔ البتہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے جو ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۲ پر سے صحابہ و تابعین کا عمل ضمیر مجرور سے مشعر فرمایا اس کی تائید کسی صحیح اثر سے نہیں ہو سکتی ہے۔
(۳) سینے پر ہاتھ باندھنے کا موقف کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں پھر نہ اس پر کسی صحابی کا عمل موجود نہ تابعین کا التفات مرقوم بلکہ اس موقف کے ثبوت کے لئے بہت زیادہ کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔
(۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے موقف پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل مبارک ایک حدیث مرفوع صحیح الاسناد سے پیش ہوا ہے۔ حضرت علی کی حکما مرفوع حدیث پیش کی گئی ہے۔ حضرت علی اور آپ کے تلامذہ اور دیگر جلیل القدر تابعین کا عمل صحیح اسناد سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی موقف پر سراج الامہ، ملت حنفیہ اور امت مصطفویہ کے بطل جلیل امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے جمیع اصحاب و تلامذہ کے فتاوی ہیں اور اسی موقف کو دلائل کی روشنی میں ترجیح حاصل ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ حق بات پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے کیوں کہ الحق احق ان یتبع اور امت کو اختلاف اور فتنہ و فساد سے محفوظ فرمائے۔ آمین

راقم الحروف : محمد شوکت علی سیالوی
خادم : مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال
۶ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ جمعۃ المبارک
۱۴ فروری ۱۹۹۷ء